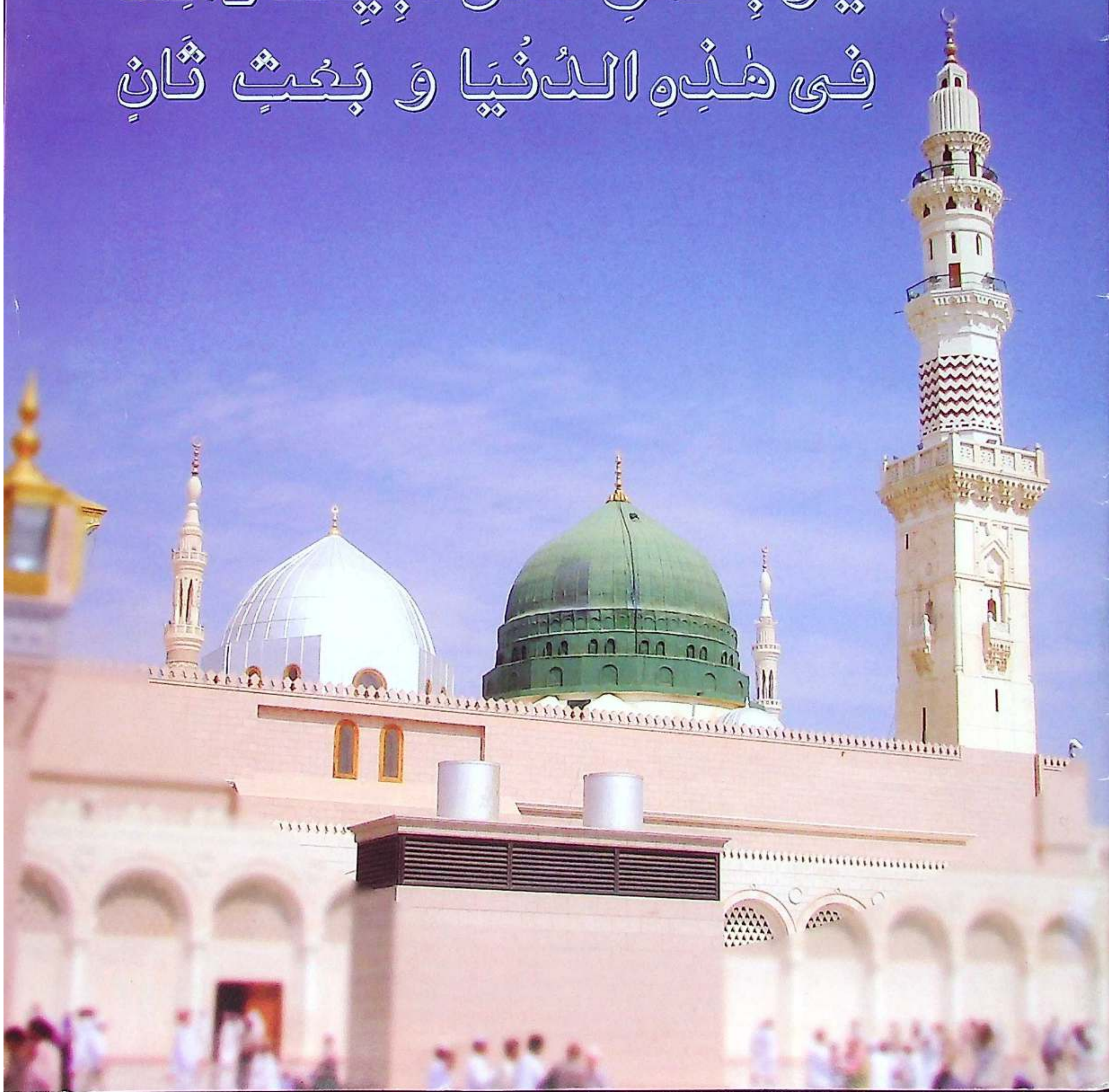
مجلس انصار اللہ یوکے کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

صلح-تبلیغ 1386 جلد 5 ، نمبر 1
جنوری-فروری 2008





مجلس عاملہ، مجلس انصار اللہ یو کے ۲۰۰۸ء

انصارالدین

جلد ۵ نمبر ۱

جنوری تا فروری ۲۰۰۸ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(ان شاء اللہ تعالیٰ)



فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر (اردو)

شیخ لطیف احمد

نائب

حبیب الرحمٰن غوری

مدیر (انگریزی): **احد بھنو**

مینیجر: **محمد اسحٰق ناصر**

پیغام

مکرم محترم صدر صاحب انصار اللہ یوکے

پیارے انصار بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نئے سال کا آغاز ہوگیا ہے اور یہ سال خلافتِ احمدیہ کے لئے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ 2008ء میں خلافتِ احمدیہ کو جاری ہوئے ایک سو سال ہونے کے بعد انشاءاللہ دوسری صدی کا آغاز ہو جائے گا۔ مجلس انصار اللہ یوکے کے لئے بھی یہ سال ایک نئے دور کا آغاز ہے کیونکہ سالِ گذشتہ کے اختتام پر مکرم محترم چوہدری وسیم احمد صاحب کی صدارت کے بعد نئی مجلسِ عاملہ نے کام شروع کر دیا ہے۔

مجلس انصار اللہ یوکے کو خدا تعالیٰ کے فضل سے گذشتہ چھ سالوں میں بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس دور میں مجلس کے چندہ میں بہت نمایاں اضافہ ہوا اور چیریٹی واک کے ذریعہ بنی نوع انسان کے لئے فلاح و بہبود کے لئے مثالی خدمات کی توفیق ملی۔ اسی طرح مجلس انصار اللہ یوکے کو خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہارٹلے پول مسجد کی تعمیر کی سعادت حاصل ہوئی اور سرائے انصار کا قیام عمل میں آیا۔

سابقہ صدارت کے دور میں جو اعلیٰ کاموں کی توفیق ملی وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ آئندہ اس سے بڑھ کر مثالی کامیابیاں حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ الٰہی جماعتوں کی اہم خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اُن کا ہر قدم ترقی کی جانب گامزن رہتا ہے۔ ایسا تبھی ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی تمام اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دعاؤں کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں۔ جن بلند پایہ کاموں کی ہم سے توقع کی جاتی ہے اُس کے لئے لازمی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی تمام خداداد صلاحیتوں اور قوتوں کے ساتھ کام کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہو اور نئی مجلسِ عاملہ کے تمام کارکنان کے ساتھ بھرپور تعاون کا مظاہرہ کرے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جب مجلس انصار اللہ کو قائم کیا تو ارشاد فرمایا کہ اس مجلس کا وہی نصب العین اور لائحہ عمل ہوگا جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ کا تھا۔ اس لئے لازمی ہے کہ ہم ہر کام کرتے وقت اس ارشاد کو مدِنظر رکھیں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہماری روزمرّہ کی زندگیوں میں صحابہؓ کی شان منعکس ہو اور خدا تعالیٰ کی محبت، بنی نوعِ انسان کی ہمدردی اور قربانیوں کا ویسا جذبہ موجود ہو۔ اگر ہم ایسا کر سکیں تو تب ہی ممکن ہوگا کہ جو ذمہ داریاں ہم پر جماعت کی طرف سے عائد ہوتی ہیں ان سے عہدہ برا ہو سکیں۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری ساری کامیابیاں نظامِ خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ خلافت خدا تعالیٰ کا ایک ایسا فضل ہے جس کی وجہ سے ہم ایک ایسے نظام کے ساتھ منسلک ہیں جو ہمہ وقت اور ہمہ جہت ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے ہم میں وہ اتحاد ہے جس کے غیر بھی متمنی ہیں۔ 2003ء میں جب بیت الفتوح کا افتتاح ہوا تو ایک مسلمان گروپ نے یہ سوال کیا تھا ''کیا وجہ ہے انگلستان میں وہ (احمدی) دس ہزار سے زیادہ نہیں اور ہم اہلِ سنت دو ملین کے قریب ہیں لیکن ہم کوئی کام متحد ہو کر نہیں کر سکتے..... یہ کیسے ہے کہ ان کا میڈیا میں اتنا چرچا ہے.... ہم کیا کر رہے ہیں؟ ان کا اپنا سیٹیلائٹ ٹی وی ہے، ہمارا باوجود تعداد اور دولت کے کوئی نہیں... ان کی نام نہاد مسجد خوبصورت لگتی ہے، ہماری طرح نہیں کہ گھروں کو تبدیل کر کے کمیونٹی میں تفرقہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں... ایسا کیوں ہے''؟ اُن کے اس سوال کا جواب کہ ایسا کیوں ہے، جماعتِ احمدیہ کے نظامِ خلافت میں مضمر ہے۔ جماعت احمدیہ کی ترقی اور کامیابی کا راز اس زمانہ کے امام کو شناخت اور اسے قبول کرنے میں ہے جس کی بدولت خلافت کی نعمت عطا ہوئی ہے۔ اس کے مقابل دوسرے خلافت کی نعمت نہ ہونے کی وجہ سے اس روحانی لیڈرشپ اور رہنمائی سے محروم ہیں جو جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ خلافت جوبلی کے اس سال میں شکرانے کے طور پر نمازوں اور دعاؤں میں مشغول رہنا چاہئے اور یہ عہدِ واثق کرنا چاہئے کہ ہم اس بابرکت نظام کے ساتھ ہمیشہ وفا کا مضبوط تعلق باندھے رکھیں گے۔ صرف اسی طرح ہم کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

والسلام۔ خاکسار

ولید احمد

صدر مجلس انصار اللہ یوکے

درس القرآن

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔

(سورۃ الفرقان75)

ترجمہ:۔

''اور وہ لوگ بھی (رحمٰن کے بندے ہیں) جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔''

رحمٰن کے بندوں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس دعا کو نظرانداز کر دیا اور وہ اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت سے غافل ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایک کر کے تمام حکومتیں ان کے قبضہ سے نکل گئیں اور اغیار نے ان کے ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ اگر مسلمان اپنے دورِ حکومت میں ان بلند اخلاق کے حامل رہتے جن کا اس سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے اور وہ رات دن اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں کرتے رہتے کہ خدایا ہمیں ایسی اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا موجب ہو اور وہ اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت سے کبھی غافل نہ ہوتے تو وہ نالائق بادشاہ امتِ محمدیہ میں کیوں پیدا ہوتے جنہوں نے تخت و تاج کو اپنی عیاشیوں کی نذر کر دیا۔ اور وہ حکومتیں جو ان کے آباء و اجداد نے بڑی بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کی تھیں ان کو اپنی بدکرداریوں سے ضائع کر دیا۔ یہ تنزل مسلمانوں پر اس لئے آیا کہ وہ عباد الرحمٰن کے فرائض بھولتے چلے گئے اور جب انہوں نے خدا تعالیٰ کو بُھلا دیا تو خدا بھی انہیں بھول گیا اور اس نے انہیں تاج و تخت سے محروم کر دیا۔ بے شک جو کچھ ہوا بے حد افسوس ناک ہے لیکن آئندہ کے لئے ہی مسلمان عبرت حاصل کریں اور اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت کی طرف توجہ کریں اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہیں کہ وہ ان کی زندگی میں بھی اور ان کی موت کے بعد بھی ان کی نسلوں کو نیکی پر قائم رکھے اور ہمیشہ ان کا وجود ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب بنے تو وہ اب بھی اپنی کھوئی ہوئی متاع کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

پس انہیں اپنی ہمتوں کو بلند کرنا چاہئے اور مایوسی کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دینا چاہئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا ہے کہ مومن چھوٹی باتوں پر راضی نہیں ہوتا بلکہ وہ لیڈر بننے اور امام بننے کی دعا کرتا ہے، مگر کن کا امام؟ متقیوں کا امام، غیر متقیوں کا نہیں۔ ہر کوئی امام کس طرح ہو سکتا ہے اس کا طریق یہ ہے کہ ہر مرد کوشش کرے کہ اس کی بیوی دین سے واقف ہو، نماز روزہ کی پابند ہو، دینی کاموں میں حصہ لینے والی ہو، بچوں کی تربیت کرنے والی ہو تو وہ مرد امام ہو گا اور بیوی ماموم۔ اسی طرح اگر ماں اپنی اولاد کی اعلیٰ تربیت کرے تو وہ امام ہو گی اور اولاد ماموم اور اولاد کے نیک کام بھی اس کی طرف منسوب کئے جائیں گے۔ جو کام ان کی اولادیں کریں گی وہ ان کے والدین کی طرف منسوب ہوں گے اور اس طرح وہ نیکیوں کے امام ہوں گے۔ غرض اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک بندے ہمیشہ اپنی آئندہ نسلوں کی دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں تا کہ جو نورِ ایمان ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے صرف ان کی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ قیامت تک ان کی نسلوں میں چلتا چلا جائے۔ کوئی زمانہ بھی ایسا نہ آئے جس میں ان کی اولادیں ان کے متبع اور شاگرد دنیاداری کی طرف مائل ہو جائیں اور خدا اور رسولؐ کے احکامات پر دنیا کو مقدم کر لیں۔ پس ہر مومن کا کام ہے اور اس کا فرض ہے کہ جہاں وہ اپنی اولاد کی نیک تربیت سے کبھی غافل نہ ہو وہاں وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتا رہے کہ وہ خود ان کا معلم بنے اور انہیں اس قابل بنائے کہ وہ ہمیشہ اسلام کا جھنڈا اونچا رکھیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام بلند کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بیوی کے انتخاب میں دینی پہلو کو مقدّم کرو

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

تُنْکَحُ الْمَرْاَۃُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَ لِحَسَبِهَا وَ لِجَمَالِهَا وَ لِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَت یَدَاکَ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ بیوی کے انتخاب میں عموماً چار باتیں مدِنظر رکھی جاتی ہیں۔ بعض لوگ تو کسی عورت کے مال و دولت کی وجہ سے اس کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور بعض لوگ عورت کے خاندان اور حسب و نسب کی وجہ سے شادی کے خواہاں ہوتے ہیں اور بعض لوگ عورت کے حسن و جمال پر اپنے انتخاب کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور بعض لوگ عورت کے دین اور اخلاق کی وجہ سے بیوی کا انتخاب کرتے ہیں۔ سوائے مردِ مسلم! تو دین دار اور با اخلاق رفیقۂ حیات چُن کر اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کر ورنہ تیرے ہاتھ ہمیشہ خاک آلودہ رہیں گے۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے یہ بتانے کے بعد کہ دنیا میں عام طور پر بیوی کا انتخاب کن اصولوں پر کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ وہ ہمیشہ اپنے انتخاب میں دین اور اخلاق کے پہلو کو مقدم رکھا کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں ان کی اہلی زندگی کامیاب اور بابرکت رہے گی ورنہ خواہ وہ سطحی اور عارضی خوشی حاصل کرلیں انہیں کبھی بھی حقیقی اور دائمی راحت نصیب نہیں ہوسکتی۔

آنحضرت ﷺ کا یہ مبارک ارشاد نہایت گہری حکمت پر مبنی ہے کیونکہ اس میں نہ صرف مسلمانوں کی اہلی زندگی کو بہترین بنیاد پر قائم کرنے کا رستہ کھولا گیا ہے بلکہ ان کی آئندہ نسلوں کی حفاظت اور ترقی کا سامان بھی مہیا کیا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ دوسری اقوام تو الگ رہیں خود مسلمانوں میں بھی آج کل کثیر حصہ ان لوگوں کا ہے جو بیوی کا انتخاب کرتے ہوئے یا تو دین اور اخلاق کے پہلو کو بالکل ہی نظرانداز کردیتے ہیں اور یا دین اور اخلاق کی نسبت دوسری باتوں کی طرف زیادہ دیکھتے ہیں۔ کوئی شخص تو عورت کے حسن پر فریفتہ ہوکر باقی باتوں کی طرف سے آنکھیں بند کرلیتا ہے اور کوئی اس کے حسب و نسب کا دلدادہ بن کر دوسری باتوں کو نظرانداز کردیتا ہے۔ اور کوئی اس کی دولت کے لالچ میں آکر اس کے ہاتھوں پر بک جانا چاہتا ہے۔ حالانکہ اصل چیز جو اہلی زندگی کی دائمی خوشی کی بنیاد بن سکتی ہے وہ عورت کا دین اور اس کے اخلاق ہیں۔

دنیا میں بے شمار ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ ایک شخص نے کسی عورت کو محض اس کی شکل و صورت کی بناء پر انتخاب کیا لیکن کچھ عرصہ گذرنے پر جب اس کے حسن و جمال میں تنزل کے آثار پیدا ہوگئے، کیونکہ جسمانی حسن ایک فانی چیز ہے یا اس کی نسبت کسی زیادہ حسین عورت کو دیکھنے کی وجہ سے بے اصول خاوند کی توجہ اس کی طرف سے ہٹ گئی یا بیوی کے ساتھ شب و روز کا واسطہ پڑنے کے نتیجہ میں اس کی عادت کے بعض پہلو خاوند کی آنکھوں کے سامنے آگئے تو ایسی صورت میں زندگی کی خوشی تو درکنار خاوند کے لئے اس کا گھر حقیقۃً ایک دوزخ بن جاتا ہے اور یہی حال حسب و نسب اور دولت کا ہے کیونکہ حسب و نسب کی وجہ سے تو بسا اوقات بیوی کے دل میں خاوند کے مقابلہ میں بڑائی اور تفاخر کا رنگ پیدا ہوجاتا ہے جو خانگی خوشی کے لئے مہلک ہے اور دولت ایک آنی جانی چیز ہے جو آج ہے اور کل کو ختم ہوسکتی ہے اور بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بیوی کی دولت خاوند کے لئے ایک مصیبت ہوجاتی ہے اور راحت کا سامان نہیں بنتی۔

پس جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے گھریلو اتحاد اور گھریلو خوشی کی حقیقی بنیاد عورت کے دین اور اس کے اخلاق پر قائم ہوتی ہے اور بڑا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جو ٹھوس اوصاف کو چھوڑ کر وقتی کھلونوں یا ملمع سازی کی چیزوں کے پیچھے بھاگتا ہے۔

پھر ایک نیک اور خوش اخلاق بیوی کا جو گہرا اثر اولاد پر پڑتا ہے وہ تو ایک ایسی دائمی نعمت ہے جس کی طرف سے کوئی دانا شخص جسے اپنی راحت کے علاوہ نسلی ترقی کا بھی احساس ہو آنکھیں بند نہیں کرسکتا۔ ظاہر ہے کہ بچپن میں اولاد کی اصل تربیت ماں کے سپرد ہوتی ہے کیونکہ ایک تو بچپن میں بچہ کو طبعاً ماں کی طرف زیادہ رغبت ہوتی ہے اور وہ اسی سے زیادہ بے تکلف ہوتا ہے اور اسی کے پاس اپنا زیادہ وقت گذارتا ہے اور دوسرے باپ اپنے دیگر فرائض کی وجہ سے اولاد کی طرف زیادہ توجہ بھی نہیں دے سکتا پس اولاد کی ابتدائی تربیت کی بڑی ذمہ داری بہر حال ماں پر پڑتی ہے۔ لہٰذا اگر ماں نیک اور بااخلاق ہو تو وہ اپنے بچوں کے اخلاق کو شروع سے ہی اچھی بنیاد پر قائم کردیتی ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر ایک ایسی ماں جو دین اور اخلاق کے زیور سے عاری ہے وہ کبھی بھی بچوں میں نیک اخلاق اور نیک عادات پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ ایسی عورت بسا اوقات دین کی اہمیت اور نیک اخلاق کی ضرورت کو سمجھتی ہی نہیں۔ پس نہ صرف خانگی خوشی کے لحاظ سے بلکہ آئندہ

(صفحہ ۲۲ پر جاری ہے)

کلام الامام علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور جادۂ مستقیم سے بہک گئے ہیں۔قرآنِ شریف میں لکھا ہے عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ مگر اب اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے۔دو قسم کے لوگ اس کے متعلق بھی پائے جاتے ہیں۔ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرَّسن کر دیا ہے۔دین کا کوئی اثر ہی اُن پر نہیں ہوتا اور وہ کھلے طور پر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی اُن سے نہیں پوچھتا۔بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیع الرَّسن تو نہیں کیا مگر اُس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ اُن میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا اور کنیزوں اور بہائم سے بھی بدتر اُن سے سلوک ہوتا ہے۔مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے کہ نہیں۔غرض بہت ہی بُری طرح سلوک کرتے ہیں۔یہاں تک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ ایک اتار لی دوسری پہن لی۔یہ بڑی خطرناک بات ہے اور اسلام کے شعائر کے خلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔آپؐ کی زندگی میں دیکھو کہ آپؐ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔باوجودیکہ آپؐ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپؐ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے''۔(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 44)

''یہ مت سمجھو کہ پھر عورتیں ایسی چیز ہیں کہ اُن کو بہت حقیر اور ذلیل قرار دیا جاوے۔نہیں نہیں! ہمارے ہادیٔ کامل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں! دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے۔ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک غصہ سے بھرا ہوا انسان بیوی سے ادنیٰ سی بات پر ناراض ہو کر اُس کو مارتا ہے اور کسی نازک مقام پر چوٹ لگی ہے اور بیوی مرگئی ہے۔اس لئے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ہاں اگر وہ بے جا کام کرے تو تنبیہہ ضروری چیز ہے۔انسان کو چاہیے کہ عورتوں کے دل میں یہ بات جما دے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کر سکتا اور ساتھ وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اُس کی کسی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کر سکتا۔

خاوند عورت کے لئے اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوتا ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔پس مرد میں جلالی اور جمالی دونوں رنگ موجود ہونے چاہئیں''۔(ملفوظات جلد دوم صفحہ 147)

''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خُلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے۔درحقیقت ہم پر اتمامِ نعمت ہے اس کا شکر یہ یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 1)

''میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔اُس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع اور خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیتِ الٰہی کا نتیجہ ہے''(ملفوظات جلد دوم صفحہ 2)

فرمودات سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بیویوں سے حسن سلوک کی تاکید

''بعض ایسی شکایات بھی آتی ہیں کہ ایک شخص گھر میں کرسی پہ بیٹھا اخبار پڑھ رہا ہے۔ پیاس لگی تو بیوی کو آواز دی کہ فرج میں سے پانی یا جوس نکال کر مجھے پلا دو۔ حالانکہ قریب ہی فریج پڑا ہوا ہے، خود نکال کر پی سکتے ہیں۔ اور اگر بیوی بیچاری اپنے کام کی وجہ سے یا مصروفیت کی وجہ سے یا کسی وجہ سے لیٹ ہوگئی تو پھر اُس پر گرجنا برسنا شروع کر دیا۔ تو ایک طرف تو یہ دعویٰ ہے کہ ہمیں آنحضرت ﷺ سے محبت ہے اور دوسری طرف عمل کیا ہے، ادنیٰ سے اخلاق کا بھی مظاہرہ نہیں کرتے۔ اور کئی مثالیں ایسی آتی ہیں جو پوچھو تو جواب ہوتا ہے کہ ہمیں تو قرآن میں اجازت ہے عورت کو سرزنش کرنے کی۔ تو واضح ہو کہ قرآن میں اس طرح کی کوئی ایسی اجازت نہیں ہے۔ اس طرح آپ اپنی ذاتی دلچسپی کی وجہ سے قرآن کو بدنام نہ کریں۔....

آج کل دیکھیں ذرا ذرا سی بات پر عورت پر ہاتھ اٹھا لیا جاتا ہے حالانکہ جہاں عورت کو سزا کی اجازت ہے وہاں بہت سی شرائط ہیں، اپنی مرضی کی اجازت نہیں ہے۔ چند شرائط ہیں اُن کے ساتھ یہ اجازت ہے۔ اور شاید ہی کوئی احمدی عورت اس حد تک ہو کہ جہاں اس سزا کی ضرورت پڑے۔ اس لئے بہانے تلاش کرنے کی بجائے مرد اپنی ذمہ داریاں سمجھیں اور عورتوں کے حقوق ادا کریں۔

ایک انسان میں جو خصوصیات ہونی چاہئیں، خاص طور پر ایک مرد میں، جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے جس سے پاک معاشرہ وجود میں آسکتا ہے وہ یہی ہے...... کہ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک، رشتہ داروں کا خیال، اُن کی ضروریات کا خیال، اُن کی تکالیف کو دور کرنے کی کوشش۔ اب صلہ رحمی بھی بڑا وسیع لفظ ہے۔ اس میں بیوی کے رشتہ داروں کے بھی وہی حقوق ہیں جو مرد کے اپنے رشتہ داروں کے ہیں۔ اُن سے بھی صلہ رحمی اتنی ہی ضروری ہے جتنی اپنوں سے۔ اگر یہ عادت پیدا ہو جائے اور دونوں طرف سے صلہ رحمی کے نمونے قائم ہو جائیں تو پھر کیا کبھی اُس گھر میں تو تکار ہو سکتی ہے؟ کوئی لڑائی جھگڑا ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ کیونکہ اکثر جھگڑے ہی اس بات سے ہوتے ہیں کہ ذرا سی بات ہوئی یا ماں باپ کی طرف سے کوئی رنجش پیدا ہوئی یا کسی کی ماں نے یا کسی کے باپ نے کوئی بات کہہ دی، اگر مذاق میں ہی کہہ دیا اور کسی کو بُری لگی تو فوراً ناراض ہو گیا کہ میں تمہاری ماں سے بات نہیں کروں گا، میں تمہارے باپ سے بات نہیں کروں گا۔ میں تمہارے بھائی سے بات نہیں کروں گا۔ پھر الزام تراشیاں کہ وہ یہ ہیں اور وہ یہ ہیں۔ تو یہ زود رنجیاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر، یہی پھر بڑے جھگڑوں کی بنیاد بنتی ہیں۔

......معاشرے میں عورتیں اور مرد زیادہ مکس اپ (Mixup) ہونے لگ گئے ہیں۔ اس لئے اس سے کوئی یہ مطلب نہ لے کہ عورتوں کی مجلسوں میں بھی بیٹھنے کی اجازت مل گئی ہے اور بیویوں کی سہیلیوں کے ساتھ بیٹھنے کی بھی کھلی چھٹی مل گئی ہے۔ خیال رکھنا بالکل اور چیز ہے اور بیوی کی سہیلیوں کے ساتھ دوستانہ کر لینا بالکل اور چیز ہے۔ اس سے بہت سی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ کئی واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ پھر بیوی تو ایک طرف رہ جاتی ہے اور سہیلی جو ہے وہ بیوی کا مقام حاصل کر لیتی ہے۔ مرد تو پھر اپنی دنیا بسا لیتا ہے لیکن وہ پہلی بیوی بے چاری روتی رہتی ہے۔ یہ حرکت سراسر ظلم ہے اور اس قسم کی اجازت اسلام نے قطعاً نہیں دی۔ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں شادی کرنے کی اجازت ہے۔ یہاں ان معاشروں میں خاص احتیاط کرنی چاہیے۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، اُس بیوی کا بھی خیال رکھیں جس نے ایک لمبا عرصہ تنگی ترشی میں آپ کے ساتھ گزارا ہے۔ آج یہاں پہنچ کر اگر حالات ٹھیک ہو گئے ہیں تو اُس کو دھتکار دیں، یہ کسی طرح بھی انصاف نہیں۔....

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے اور بعض ایسے معاملات سن کر بڑی تکلیف ہوتی ہے، طبیعت بعض دفعہ بے چین ہو جاتی ہے کہ ہم میں سے بعض کس طرف چل پڑے ہیں، بیوی کی ساری قربانیاں بھول جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض تو اس حد تک کمینگی پر اتر آتے ہیں کہ بیوی سے رقم لے کر، اس پر دباؤ ڈال کر اس کے ماں باپ سے رقم وصول کر کے کاروبار کرتے ہیں یا زبردستی بیوی کے پیسوں سے خریدے ہوئے مکان میں اپنا حصہ ڈال لیتے ہیں اور پھر اُس کو مستقل دھمکیاں ہوتی ہیں۔ اور بعض دفعہ تو حیرت ہوتی ہے کہ اچھے بھلے شریف خاندانوں کے لڑکے بھی ایسی حرکتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ کچھ خوفِ خدا کریں اور اپنی اصلاح کریں ورنہ یہ واضح ہو کہ نظامِ جماعت، اگر نظام کے پاس معاملہ آ جائے تو کبھی بھی ایسے بے ہودہ لوگوں کا ساتھ نہیں دیتا، نہ دے گا۔ اور پھر یہی نہیں کہ لڑکے خود کرتے ہیں بلکہ ایسے لڑکوں کے ماں باپ بھی اُن پر دباؤ ڈال کے ایسی حرکتیں کرواتے ہیں۔ وہ بھی یاد رکھیں کہ اُن کی بیٹیاں ہیں اور اُن سے بھی یہی سلوک ہو سکتا ہے اور اگر بیٹیاں نہیں ہیں جن کی تکلیف کا احساس ہو، بعضوں کے بیٹے ہوتے ہیں، اس لئے ان کو بیٹیوں کی تکلیف کا پتہ ہی نہیں لگتا تو یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کو تو جان دینی ہے، اُس کے حضور تو حاضر ہونا ہے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جولائی 2004ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب

برموقع سالانہ ریفریشر کورس مجلس انصار اللہ برطانیہ

(بتاریخ 20 دسمبر 2008ء بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن)

حضور انور نے تشہد، تعوذ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ:

ریفریشر کورسز میں عموماً اتنی فارمل (Formal) تقریر یا ایڈریس (Address) تو نہیں ہوتا اور میرا بھی خیال تھا کہ یہاں جو رپورٹ ہوگی ذرا تفصیل سے ہوگی اور میں دیکھوں گا کہ کس حد تک مجلس انصار اللہ اپنی اپنی مختلف زعامتوں میں جو کام ان کے سپرد ہیں ان کو سرانجام دے رہی ہے۔

انصار اللہ کی تنظیم کے بارہ میں عموماً یہ تاثر ہوتا ہے اور یہ آج کا نہیں بڑا پرانا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جب ایک خادم انصار اللہ کی تنظیم میں قدم رکھتا ہے یعنی 40 سال کے اوپر بڑھتا ہے تو وہ ایک دم سُست کیوں ہو جاتا ہے۔ حالانکہ عمر کا ایک دن کا فرق پڑا ہوتا ہے۔ تو انصار اللہ کا نام بھی اسی سوچ کے ساتھ رکھا گیا تھا کہ یہ نہ سمجھیں کہ آپ اب بوڑھے ہوگئے ہیں۔ بڑھاپے کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ جوانوں کا کام ہے کہ کام کریں۔ اللہ کے انصار بننے والے یہ سوچ نہیں رکھتے۔ اللہ کا فضل ہے اور عموماً میں نے دیکھا ہے کہ یوکے میں انصار اس سوچ کے رکھنے والے نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی میں کہتا ہوں بہت تعداد ایسی ہے جو اتنے ایکٹو (Active) نہیں جتنا ہونا چاہئے۔ اگر انصار اللہ کی تنظیم ایکٹو ہو جائے تو جس طرح میں مختلف خطبات میں انصار اللہ کو توجہ دلاتا رہا ہوں کہ نمازوں کی ذمہ داری سنبھالیں۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کریں اور اپنے گھروں کی نمازوں کی بھی حفاظت کریں۔ اور گھروں کی نمازوں کی حفاظت یہی ہے کہ اپنے بچوں کو دیکھیں کہ نمازیں پڑھ رہے ہیں کہ نہیں۔۔ خاص طور پر لڑکے جو خدام کی عمر کو پہنچے ہیں، گو خدام الاحمدیہ نے بھی پروگرام بنائے ہوئے ہیں اور بڑا زور دے رہے ہیں کچھ عرصہ سے، چند سالوں سے، یا دو تین سال سے جب سے میں ان سے کہہ رہا ہوں انہوں نے نمازوں کے خاص پروگرام بنائے ہیں لیکن اگر انصار والدین ان کی نگرانی نہیں کریں گے تو اس کا اتنا اثر نہیں ہوگا۔

اس لئے ساری تنظیمیں جو بنائی گئی ہیں ان کا مقصد یہ تھا۔ پہلے بھی میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ ہر تنظیم اپنی اپنی ذمہ داری سمجھے۔ اگر لجنہ میں کمی ہے تو انصار سے پوری ہو۔ اگر انصار میں کمی ہے تو خدام سے پوری ہو۔ اگر خدام کی کمی ہے تو انصار پوری کریں۔ ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہوں اور جب پھر جماعتی طور پر کمزوری ہو تو ذیلی تنظیمیں اس کو پورا کر رہی ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ذیلی تنظیمیں اور جماعتی نظام ایکٹو ہو جائے تو ہمارے قدم جو ترقی کے قدم ہیں وہ کئی گناہ بڑھ جائیں۔ ہر ایک اپنی اپنی ذمہ داری سمجھنے لگے۔ گھروں سے نگرانی شروع ہو اور جماعتی نظام تک پھیل جائے۔ تو بچوں کی نگرانی کرنا انصار کی بھی ذمہ داری ہے۔ بعض مقامی مجالس تو اس حد تک ایکٹو ہو جاتی ہیں کہ خدام الاحمدیہ کے کاموں میں بھی دخل اندازی شروع کر دیں گی۔ یا لجنہ کے کاموں میں دخل اندازی شروع کر دیں گی اور بعض ایسے سست ہو جاتے ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ لجنہ کا کام ہے لجنہ ہی کرے گی یا خدام الاحمدیہ کا کام ہے خدام الاحمدیہ کرے گی۔ تو اس چیز کی نگرانی کرنا، کروانا آپکی ذمہ داری ہے۔

پھر قرآن کریم کی تلاوت ہے، قرآن کریم کا پڑھنا، پڑھانا، یہ انصار اللہ کی ذمہ داری ہے۔ اس بارہ میں خطبے میں مَیں تفصیل سے بتا چکا ہوں۔ دو سال پہلے آپ نے اس کا پروگرام بھی بنایا تھا۔ پروگرام تو بڑا اچھا بنا تھا مجھے نہیں پتہ کس حد تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ سے بھی قرآنِ کریم پڑھانے کا ایک نظام ایک سال پہلے یا چند مہینے

پہلے سابق صدر صاحب کے دَور میں شروع کروایا تھا وہ بھی جاری رہنا چاہئے لیکن اس میں بھی جوشرکت ہے وہ بہت کم ہے۔اس سے بہت بہتر ہوسکتا ہے۔

پھر اس کے علاوہ آمنے سامنے بیٹھ کے جوکلاسیں لگتی ہیں وہ مجالس میں لگنی چاہئیں۔گھروں میں لگنی چاہیں۔پھر آپ انصار میں سے بہت سارے ایسے ہیں جو اردو پڑھنا جانتے ہیں۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے اقتباسات کا درس اگر گھروں میں دینا شروع کردیں تو آپ لوگوں کے بچوں کو پتہ لگے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کیا تھی۔کیا روح وہ ہم میں پیدا کرنا چاہتے تھے اور کس طرح ہم نے اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت کرنی ہے۔ایک تو مسجد میں درس ہوتا ہے یا نماز سنٹر میں درس ہوتا ہے،لیکن بہت سے ایسے ہیں جو فاصلے کی وجہ سے نہیں جاسکتے یا باقاعدگی سے نہیں جاسکتے تو اگر پانچ سات منٹ کا درس کا یہ نظام گھروں میں شروع ہوجائے تو جو اردو پڑھنا نہیں جانتے،انگلش پڑھنے والے ہیں،ان کے لئے Essence of Islam سے ایک پیرا یا چند لائنیں اپنے اپنے گھروں میں درس دیں۔اقتباسات پڑھ کر سنائیں۔مختلف عنوانات کے تحت پڑھ کر سنائیں تو اس سے ان میں ایک شوق پیدا ہوگا۔

گزشتہ دنوں لجنہ کی میٹنگ تھی تو اس میں ان کی سیکریٹری تربیت نے سوال اٹھایا کہ ہم جو پروگرام بناتے ہیں تو کیا ہم اپنے پروگراموں میں انصاراللہ کو شامل کرسکتے ہیں۔مَیں نے کہا اگر اس طرح ہوجائے تو تمام پروگرام ایک ہی رُخ اختیار کریں گے۔یہ سارا دھارا ایک طرف کو بہہ رہا ہوگا اور اس سے پھر زیادہ اثر قائم ہوگا۔لجنہ کی طرف سے اگر نمازوں اور قرآن کریم کی تعلیم کی یا درس کی سکیم بنتی ہے تو انصار کی طرف سے بھی بن جائے اور خدام کی طرف سے بھی بن جائے تو اس سے پھر اثر زیادہ ہوگا۔ان کو تو میں نے یہی کہا تھا کہ بڑی اچھی تجویز ہے۔صدر انصاراللہ اور صدر خدام الاحمدیہ سے مل کر پروگرام بنالیں بشرطیکہ لجنہ اور انصار اور خدام کے تعلقات اچھے ہوں۔یہ تو آپ کی مقامی زعامتوں پر Depend کرتا ہے کیونکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوجاتا ہے, شکایت آتی ہیں کہ لجنہ کا پرگرام ہے انصار تعاون نہیں کررہے۔اپنی گھر کی عورتوں کو، بچیوں کو روک دیتے ہیں کہ تم نے نہیں جانا۔تو یہ چیزیں بہت ضروری ہیں۔ہرایک کو اُن کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

پھر آپس کے تعلقات ہیں۔ابھی یہاں (رپورٹ میں) حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے کا ذکر ہوا۔اب توجہ دلانے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوجائے گا۔اس توجہ دلانے کا فائدہ تب ہوگا جب آپ لوگ یہ مصمم ارادہ کرلیں،یہ پکا ارادہ کرلیں،اس بات کا فیصلہ کرکے اٹھیں کہ ہم نے ان باتوں پر عمل کرنا ہے۔باتیں تو بہت ساری ہیں۔تربیتی خطبات ہیں جو میں مستقل دے رہا ہوں لیکن اس کا نتیجہ بہت کم نکلتا ہے۔اس لئے بعض عہدیداران کے متعلق بھی شکایات آتی ہیں کہ ان کے اپنے عمل ایسے نہیں یا کم از کم دوسروں پر ان کا اثر ایسا ہے جس کی وجہ سے بات ماننے کو تیار نہیں،یا ان کا اپنے سے بالا افسر کے ساتھ رویہ ایسا ہے جو دوسرے ماتحتوں کو پتہ لگتا ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں تو یہ ساری باتیں مدنظر رہنی چاہئیں۔اگر آپ نے کام لینا ہے اور حقیقی انصار بن کر دکھانا ہے تو پہلے اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کریں۔پہلے اپنی نمازوں کی حفاظت کریں۔بہت سارے اس عمر میں اپنی فرض نمازوں کے علاوہ نوافل کی طرف بھی توجہ دیں۔قرآن کریم کے پڑھنے کی طرف توجہ دیں۔

ایک احمدی کا خاص طور پر احمدی عہدے دار کا ہر فعل ایک معیاری فعل ہونا چاہئے۔اس کا اپنا رویہ اپنے گھر میں،اپنے ماحول میں،اپنے ماتحتوں کے ساتھ،اپنے افسران عہدیداران کے ساتھ ایسا ہونا چاہئے جو ایک مثال ہو۔یہ 386 انصار جو تمام ملک کی انصاراللہ میں سے اکٹھے ہوکر آئے ہیں،جمع ہوئے ہیں، آپ لوگ کریم (Cream) ہیں۔تلچھٹ نہیں ہے۔جس کو اٹھا کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ضائع کرنے والی چیز نہیں ہیں۔اگر یہ کریم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرے،ایسی تبدیلی جو ہرایک کو نظر آئے تو تبھی انقلاب بھی پیدا ہوسکتا ہے۔تبھی آپ کے گھروں کے سکون بھی قائم ہوسکتے ہیں۔آپ کے گھروں کی تربیت بھی ہوسکتی ہے اور اس ماحول کی تربیت ہوسکتی ہے جس میں آپ رہتے ہیں۔آپ کی مجلس کے قدم ترقی کی طرف بڑھ سکتے ہیں اور پھر من حیث الجماعت،جماعت کے قدم ترقی کی طرف بڑھتے ہیں۔تو جماعتی نظام کا ہر چھوٹے سے چھوٹا جو یونٹ ہے اس کو اپنی ذمہ داری کو سمجھنا چاہئے۔ورنہ لائحہ عمل ہے،دستور اساسی ہے آپ کے گھر میں موجود ہے آپ پڑھ

کے اسے دیکھ سکتے ہیں۔کوئی سوال اٹھتے ہیں تو آپ لکھ کے صدر صاحب سے پوچھ سکتے ہیں۔

ریفریشر کورس پہ جمع ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ہم یہاں ایک عہد باندھنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ یہ ہماری ذمہ داریاں ہیں، ان کو ہم نے پورا کرنا ہے۔اور ہمارے سے جو کمیاں، کمزوریاں اب تک ہو چکی ہیں ان کو ہم نے اپنے اندر سے دور کرنا ہے۔اس مقصد کے ساتھ آپ لوگ یہاں آئے ہیں اور یہاں سے جارہے ہیں تو پھر تو اس ریفریشر کورس کا کوئی فائدہ ہے۔ورنہ تو آئے بیٹھے اور آمدن، نشستن، برخاستن اور کل جو دعوت ہوگئی تو خوردن بھی بیچ میں ہوگیا۔اگر یہی کچھ اب تک ہوا تو اس کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔اس سوچ کے ساتھ امید ہے آپ لوگوں نے جو ریفریشر کورس کیا ہے اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔آپ اپنے آپ کو حقیقی انصاراللہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور جماعت کے لئے ایک مفید وجود بننے کی کوشش کریں گے۔اپنے گھروں کی نگرانی کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔

ایک یہ بات بھی میں کہہ دوں۔یہ بھی سمجھانے والی بات ہے۔کچھ تھوڑے سے لوگ جب بڑی عمر کے ہو جاتے ہیں تو ان میں بڑی کرختگی اور Rigidity آجاتی ہے اور وہ نوجوانوں کو اگر کرختگی سے سمجھانے کی کوشش کریں گے تب بھی وہ نہیں سمجھیں گے اور اس طرح بہت سارے بچے بگڑ جاتے ہیں پس حکمت جو ہے وہ بھی مومن کا ایک خاصہ ہے۔اس لئے ہر کام جو آپ نے کرنا ہے، ہر تربیت کا پہلو جو لے کے آپ نے اپنے ماحول کی تربیت کرنے کی کوشش کرنی ہے اس میں حکمت بھی ضروری چیز ہے۔

اسی طرح تبلیغ ہے۔تبلیغی میدان میں بھی حکمت ضروری ہے۔یہ بھی جماعت کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اب انشاء اللہ تعالیٰ مزید ذمہ داریاں بڑھنی ہیں۔ایک تو اپنی گھریلو تربیت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کی طرف توجہ دیں۔پھر جو نئے آنے والے ہیں ان کے لئے بھی آپ کے نمونے ہیں۔وہ آپ کے نمونے دیکھنے والے ہوں گے۔ان کی تربیت کے لئے کوشش کرنی ہوگی۔اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک اصول بتایا ہے کہ استغفار کرو۔استغفار اگر حقیقی معنوں میں کیا جائے، سوچ کر کیا جائے، اپنے گناہوں پر نظر رکھ کے کیا جائے تو انشاء اللہ اپنی بھی تربیت ہوگی اور آنے والوں کی بھی ہوگی۔اپنے ماحول کی بھی ہوگی، اپنے بچوں کی بھی ہوگی۔استغفار میں بڑی طاقت ہے لیکن بشرطیکہ اس کو سمجھ کے کیا جائے۔ان گناہوں کو سامنے رکھ کر کیا جائے، ان کمزوریوں اور کمیوں کو سامنے رکھ کر کیا جائے جو ہم سے صادر ہو چکی ہیں اور آئندہ نہ کرنے کا، ان کو دور کرنے کا عہد کیا جائے تو وہی استغفار حقیقی استغفار کہلاتا ہے۔ اس نظر سے انصاراللہ کو اپنے جائزے لینے چاہئیں۔خاص طور پر عہدیداران کو اپنے جائزے لینے چاہئیں اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہئے۔امید ہے کہ آپ بہت سارے لوگ اس پر عمل کر بھی رہے ہوں گے اور جن میں کمیاں کمزوریاں ہیں وہ آئندہ ایک نئے عزم کے ساتھ، ایک نئے عہد کے ساتھ اور ارادے کے ساتھ ان کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے اور ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے جو آپ کو انصاراللہ کی تنظیم کی طرف سے دئے گئے ہیں۔ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے جو جماعت کی طرف سے، مقامی نظام کی طرف سے دئے گئے ہیں۔ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے جن کے بارے میں وقتاً فوقتاً میں بھی کہتا رہتا ہوں۔جب اکٹھے ہو کے، جمع ہو کے یہ ایک کوشش ہوگی اور دعا ہوگی تو اس وقت جو انقلابی تبدیلیوں کے نظارے ہم دیکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ وہ غیر معمولی نظارے ہوں گے اور انشاءاللہ وہ وقت آرہا ہے کہ وہ نظارے دیکھنے ہیں لیکن ہمیں بھی اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کرنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے۔

اس کے علاوہ ریفریشر کورس کا ایک مطلب یہ بھی ہے۔آپ سوال جواب تو کر چکے ہوں گے۔اگر کسی کو اپنے ''انصاراللہ'' کے بارے میں کوئی سوال کرنا ہو تو میں تھوڑا سا وقت دیتا ہوں، بے شک کر لیں۔

ہر جگہ جماعتی نظام، انصاراللہ کا نظام مکمل ہے۔ہر چیز کی آپ کو سمجھ ہے۔امید ہے سمجھ ہوگی۔اکثریت جو ہے وہ تو بچپن سے ہی آہستہ آہستہ اوپر آرہے ہیں۔صرف اگر کمی کہیں رہتی ہے تو اس لئے رہتی ہے کہ اس پر عمل کرنے کی طرف پوری طرح توجہ نہیں ہوتی۔سوال تو کسی کے پاس نہیں ہے۔اس لئے اب دعا کر لیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو۔دعا کر لیں۔

امریکہ میں عورتوں کا قبولیتِ اسلام

(ترجمہ و تلخیص: ڈاکٹر شمیم احمد)

[2006ء میں امریکہ میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا عنوان Women Embracing Islam ہے۔ یہ کتاب مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جن میں قبولیت اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ زیرِ نظر مضمون جو کہ Yvonne Yazbeck Haddad کا لکھا ہوا ہے اور اس میں امریکہ میں جماعتِ احمدیہ کی اسلام کے بارہ میں تبلیغی مساعی کا بھی ذکر ہے، قارئین کی دلچسپی کا باعث ہونے کی وجہ سے ترجمہ و تلخیص کے ساتھ پیش ہے۔]

نیویارک اور واشنگٹن میں 11 ستمبر 2001ء کے حملوں کے بعد امریکہ کی حکومت نے دہشت گردی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ القاعدہ کے خلاف اس لئے کہ حملوں کے پیچھے اُن کا ہاتھ تھا اور طالبان کے خلاف اس لئے کہ انہوں نے دہشت گردوں کو پناہ دی تھی۔ اس جنگ کو انہوں نے امریکہ کے عوام اور معاشرہ، جمہوریت اور آزادی کے دفاع کے طور پر پیش کیا۔ جنگ کے ساتھ ساتھ طالبان کے خلاف پراپیگنڈہ بھی کیا گیا کہ طالبان عورتوں کے ساتھ نامناسب سلوک کرتے ہیں۔ اس لئے جنگ کا ایک مقصد یہ بھی قرار پایا کہ افغانستان کی مجبور و محکوم عورتوں کو طالبان کے استبداد سے آزادی دلائی جائے۔ اس طرح امریکہ نے دنیا میں اپنے آپ کو جمہوریت کی بقا اور مسلمان عورتوں کی آزادی کے لئے ایک چیمپئن کے طور پر پیش کر دیا۔

ستمبر 2001ء کے حملوں کے فوراً بعد یہ صورتِ حال سامنے آئی کہ امریکن میڈیا میں یہ سوال بار بار اٹھایا گیا کہ ''ایسا کیوں ہوا اور وہ (یعنی مسلمان) ہم سے نفرت کیوں کرتے ہیں''۔ دوسری طرف یہ ردِ عمل ظاہر ہوا کہ امریکن پبلک میں اسلام کے متعلق جاننے کی خواہش پیدا ہوئی جس کی وجہ سے قرآن اور دیگر اسلامی کتب کی اتنی خریداری ہوئی کہ دوکانوں میں ان کتب کا ملنا مشکل ہو گیا۔ اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے مساجد میں جا کر اسلام کے بارہ میں جاننے کی کوشش شروع کر دی اور مسلمانوں سے اسلام کی تعلیم کے بارہ میں علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے یہ امر باعثِ حیرت تھا کہ کس قدر لوگ اسلام کی تعلیم کے بارہ میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک مسلم لیڈر نے بیان دیا کہ اگر اسلام کی تعلیم کو روشناس کرانے کے لئے ایک بلین ڈالر بھی خرچ کئے جاتے تو اتنی کامیابی نہ ہوتی جتنی ستمبر 2001ء کے واقعہ کے بعد ہوئی۔ بعض مسلمان لیڈروں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے کام پُر اسرار ہوتے ہیں اور اُس نے مسلمانوں کو بھلا نہیں دیا بلکہ انہیں آزما رہا ہے۔ کئی رپورٹس شائع ہوئیں کہ 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد بے شمار لوگوں نے، خاص طور پر عورتوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ (پام بیچ پوسٹ 6 نومبر 2002ء، اور دی ہیرالڈ 8 مارچ 2002ء)

یہاں تک کہ امریکہ سے باہر مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ شاید امریکہ میں لاتعداد لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ باوجود اس بات کے کہ میڈیا میں چرچا کیا گیا کہ مسلمان عورتوں کو محکوم بنا کر رکھتے ہیں اور اسلام میں بنیادی طور پر تشدد کی تعلیم موجود ہے، ابھی تک امریکن عوام میں قبولیتِ اسلام کا رجحان جاری ہے حتیٰ کہ ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں تیس ہزار لوگ ہر سال اسلام قبول کر رہے ہیں۔ (ڈیلی نیوز 26 دسمبر 2003ء)

قبولیتِ اسلام حال ہی میں ایک ایسے امر کے طور پر ابھرا ہے جس کے تناظر میں امریکہ میں عام پبلک مسلمانوں کی سیاسی اور مشنری سرگرمیوں کو محدود کرنے کے حق میں آواز بلند کر رہی ہے۔ 11 ستمبر کے بعد جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے انہیں پریس میں دشمن کے ساتھ اتحاد کرنے والے قرار دیا جا رہا ہے۔ اُن میں ''جہادی'' جان واکر (John Walker) ''ڈرٹی بامبر'' Jose Padella اور ''ملٹری پادری'' جیمز یی جیسے مشہور لوگ شامل ہیں۔ پریس میں اس شور کے نتیجہ میں امریکہ کے سینیٹر چارلس شومر آف نیویارک نے اس بات کا مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کے مذہبی اداروں، جہاں وہ اپنے علماء تیار کرتے ہیں، کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔ بعض دوسروں نے بھی ان تحریکات اور مسلم جماعتوں پر کڑی نگاہ رکھنے کا مطالبہ کیا جو امریکن عوام میں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ڈینیل پائپس Daniel Pipes جس کی جارج بش نے امریکہ کے امن انسٹیٹیوٹ میں تقرری کی ہے اور جو اسلام کو اعتدال پسند مذہب سمجھتا ہے، اس نے بھی مسلمان لیڈروں کے بارے میں تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ اُس کے نزدیک اعتدال پسند اور دہشت گرد میں یہ فرق ہو گا کہ جو مسلمان عالم قرآنی حکم کہ دنیا میں اسلام کو پھیلایا جائے کو کالعدم قرار دے گا وہ اعتدال پسند ہو گا ورنہ دہشت گرد۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو اسلام کی تبلیغ کرتا ہے وہ امریکن قوم کے خلاف دہشت گردی میں ملوث ہے۔

بعض لوگوں کے لئے یہ امر باعثِ حیرت ہے کہ امریکن عورتیں اسلام کیوں قبول کر رہی ہیں۔ مسلم عورتیں ہمیشہ سے امریکیوں کے لئے باعثِ حیرت ہیں کیونکہ ان میں عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ مرد اُن سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور انہیں محکوم بنا کر رکھتے ہیں۔ یہی اکثر فلموں میں دکھایا جاتا ہے اور کئی ناولوں میں یہی بات مرکزی طور پر پیش کی جاتی ہے۔ عام طور پر مسلم عورتوں کے بارہ میں جو تأثر ابھرتا ہے وہ یہی ہے کہ مرد انہیں حرم سرا میں مقید رکھتے ہیں اور شہوانی مقاصد کے تحت ان سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تقریباً ایک سو سال کے عرصہ میں امریکن مشنریوں نے مسلم عورتوں کے بارہ میں یہی تصور دیا ہے کہ وہ محکوم اور دوسرے درجہ کی انسان ہیں اور ان کے ساتھ تعددِ ازدواج کے علاوہ جسمانی اور جنسی تشدد کا سلوک بھی روا رکھا جاتا ہے نیز یہ کہ مسلم عورتوں کو اس قسم کی غلامی سے نجات دلائی جانی چاہیے۔ اُن کے نزدیک اس طرح انہیں مردوں کے برابر درجہ، مساوی حقوق

اور حقِ وراثت دلایا جاسکے گا۔اس قسم کی سوچ کے پس منظر میں امریکن عوام کے لئے امریکن عورتوں کا اسلام قبول کرنا ایک حیرت انگیز بات ہے۔ یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ''وہ کس طرح ایسے مذہب میں کشش محسوس کرسکتی ہیں''۔

مذہب کی تبدیلی ،خواہ وہ مردوں کی ہو یا عورتوں کی ،بالخصوص سفید فام امریکن لوگوں کی تو وہ باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کے لئے بہت اہمیت کی حامل بات ہے۔اُن کے نزدیک امریکن لوگوں کا اسلام قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام ہمیشہ کے لئے اور ہر جگہ کے لئے ہے حتیٰ کہ مغرب کے لوگوں کے لئے بھی ایک خاص اہمیت کا حامل مذہب ہے۔اہم شخصیات جو اسلام قبول کرتی ہیں انہیں اجتماعات میں تقاریر کے لئے بُلایا جاتا ہے اور اُن کی موجودگی امریکن سوسائٹی میں اسلام کی زندگی کا ثبوت سمجھی جاتی ہے۔والدین فخر سے اپنے بچوں کو بتاتے ہیں کہ فلاں مشہور آدمی نے اپنے کلچر کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔

مغرب میں تبلیغ اسلام اور احمدیہ مومینٹ

امریکہ میں سب سے پہلے مسلم مشنری کا تعلق جماعتِ احمدیہ سے تھا۔اُن کی امریکہ میں تبلیغ اُس ردِعمل کا نتیجہ تھا جو انڈیا میں انیسویں صدی میں عیسائی مشنریوں کی زبردست سرگرمیوں کے بعد ظاہر ہوا۔احمدیہ مشنریوں کا پہلا ہدف یہ تھا کہ مسلمان مہاجرین کو امریکہ لایا جائے اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے امریکن لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔وہ کچھ امریکن لوگوں کو مسلمان بنانے میں کامیاب ہوئے مگر پہلے سے آباد مسلمانوں نے انہیں مسترد کر دیا کیونکہ اُن کے نزدیک احمدیہ جماعت اسلام سے خارج ہو چکی تھی۔احمدیوں کو جلد ہی اس بات کا احساس ہو گیا کہ اُن کی تبلیغی سرگرمیاں زیادہ باثمر ہوں گی اگر وہ اپنی توجہ افریقی امریکنوں کو مسلمان بنانے پر مرکوز رکھیں۔اس طرح انہوں نے افریقی امریکنوں کو ایک نئی شناخت کی نوید سنائی اور یہ کہ وہ اس طرح امریکہ کے نسلی امتیاز سے آزاد ہو سکتے ہیں۔احمدیوں نے افریقی امریکنوں کو یہ احساس دلایا کہ اُن کے آباؤ اجداد مسلمان تھے جنہیں زبردستی عیسائی بنا دیا گیا تھا۔احمدیوں نے انہیں بتایا کہ اُن کے آباؤ اجداد تاریخ عالم میں ممتاز تمدن سے تعلق رکھتے تھے۔احمدیوں نے انہیں اس بات کا بھی احساس دلایا کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں مختلف رنگ و نسل کے لوگوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔اسلام ہی صرف ایک ایسا مذہب ہے جو سیاہ فام امریکنوں کو افریقہ کے مسلمانوں نیز دنیا بھر کے مسلمانوں سے ملا سکتا ہے اور ایک مضبوط عالمگیر سوسائٹی کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں کے نتیجہ میں دیگر اسلامی گروپ بھی وجود میں آ گئے جن میں مورش سائنس ٹیمپل، دی نیشن آف اسلام اور انصار اللہ شامل ہیں۔ 1975ء سے نیشن آف اسلام، سنّی مومینٹ میں شامل ہوگئی ہے۔حال ہی میں امریکہ میں سپینش لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا ہے مگر سب سے زیادہ اسلام قبول کرنے والے افریقی امریکن ہیں۔اُن کے بعد سب سے زیادہ اسلام قبول کرنے والا گروپ سفید فام عورتوں کا ہے۔

''دعوۃ'': بیسویں صدی میں بعض تبلیغی جماعتوں نے امریکہ میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔مسلم ممالک میں سے جب لوگوں نے روزگار کی خاطر مغربی ملکوں کا رُخ کیا تو اُس وقت سوال پیدا ہوا کہ کیا مسلمانوں کو مغربی ممالک میں غیر مسلم حکومتوں کے زیرِ سایہ رہنا جائز ہے۔آغاز میں جماعت اسلامی کے لیڈر ابوالاعلیٰ مودودی نے فتویٰ دیا کہ مسلمانوں کا غیر مسلم ممالک میں رہنا درست نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے وہ گمراہ ہو جائیں۔مودودی کو یہ فتویٰ بعد میں تبدیل کرنا پڑا اور یہ کہا گیا کہ مسلمانوں کا غیر مسلم ممالک میں رہنا جائز ہے کیونکہ غیر مسلم حکومتیں مسلمانوں کو مذہبی آزادی دیتی ہیں اور اس بات کی بھی آزادی دیتی ہیں کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرسکیں۔

بعض مسلم طالبعلموں نے 1963ء میں امریکہ میں مسلم سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن بنائی اور اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔اُن کا خیال یہ تھا کہ اس طرح وہ دنیا میں کیمونزم کی بڑھتی ہوئی یلغار کو روک سکیں گے۔اُن طالبعلموں میں سے جو امریکہ میں رہ گئے انہوں نے بعد میں اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ (ISNA) بنالی اور تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔اُن کا بنیادی مقصد اپنے لوگوں اور بچوں کو اسلام سکھانا تھا اور امریکی کلچر سے محفوظ رکھنا تھا مگر انہوں نے امریکیوں کو تبلیغ بھی کی۔اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ، تبلیغی جماعت اور اسلامک سرکل آف نارتھ امریکہ بڑی تندہی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہے ہیں۔اُن کا بنیادی مقصد امریکہ میں آباد مسلمانوں کو اپنی تنظیم میں شامل کرنا تھا کیونکہ اُن میں اکثریت اسلام پسند نہیں تھی۔اس طرح کئی بیرونی تنظیموں نے 1970ء میں امریکہ میں تبلیغ کا کام شروع کر دیا جن میں مسلم ورلڈ لیگ، سعودی عرب کی دارالافتاح، ورلڈ آرگنائزیشن آف اسلامک سروس آف ایران، اسلامک سوسائٹی آف کویت اور ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ شامل ہیں۔

مندرجہ بالا تحریکات میں ٹیمپل یونیورسٹی کے ایک پروفیسر اسماعیل الفاروقی نے بہت اثر پیدا کیا۔اس کا تصور یہ تھا کہ اس طرح تبلیغ کی جائے کہ عوام کی اکثریت مسلمان ہو جائے۔اس کا یہ بھی خیال تھا کہ مسلم طالبعلموں کو امریکہ کا ممنون و مشکور ہونے اور ان کے زیرِ تحت کام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔اس کے تین نکات تھے یعنی تعلیم، تبلیغ اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا۔اس وقت امریکہ میں مسلم معاشرہ کے بارہ میں یہ تصور پایا جاتا تھا جس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ مسلمان وحشی، مذہبی انتہا پسند اور غیر تہذیب یافتہ قوم ہیں جن کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ دنیا کو محکوم بنالیں۔الفاروقی نے طالبعلموں کو یہ تعلیم دی کہ وہ تمدنی ترقی میں اسلام کا حصہ سمجھنے کی کوشش کریں، عورتوں کے اہم کردار کو یاد رکھیں اور اپنے آپ کو غیر قوموں کے چنگل سے آزاد کرائیں اور عالمِ اسلام کو بدل کر رکھ دیں۔اسے اس بات کا احساس تھا کہ اس کی تبلیغ کے لئے ضروری ہے کہ عوام کی تعلیم اور ان کے خیالات پر اس کا اثر و رسوخ ہو۔اس نے طالبعلموں پر زور دیا کہ وہ اپنے اندر اتحاد

پیدا کریں اور عالمگیرامت کی بنیاد رکھتے ہوئے کل عالم کو مسلمان بنالیں۔ اس نے دعوۃ موومینٹ آف نارتھ امریکہ کی بنیاد رکھی جس کا دوسرا نام عروۃ الوثقیٰ بھی ہے۔ اُس نے پندرہ طالبعلموں کے ذریعہ ایک پروگرام کی بنیاد رکھی اور ان کے توسط سے پچیس سے تیس طالبعلموں کو اسلام کی تعلیم دینی شروع کی۔ اُس نے امام ٹریننگ پروگرام بھی تیار کیا اور انہیں تلقین کی کہ وہ جیلوں، مساجد، سکولوں اور چرچ میں جا کر لیکچر دیں۔

الفاروقی نے پیدائشی مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو بھی تبلیغ کا مورد بنایا۔ اُس نے انٹرنیشنل اسلامک تھاٹ (International Islamic Thought) کی بنیاد رکھی جس کی برانچیں بنگلہ دیش، بیلجیئم، قبرص، مصر، انگلستان، انڈیا، اردن، لبنان، ملائشیا، مراکش، نائیجیریا، پاکستان، فلسطین، قطر اور سعودی عرب میں قائم کیں۔ امریکہ میں اس نے باہر سے آنے والے مسلمانوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے اسلام کی صحیح تعلیم دینے کی کوشش کی تا کہ بعد میں وہ سفید اور سیاہ فام امریکنوں کو تبلیغ کر سکیں۔

امریکہ کے لئے اسلام کا پیغام

الفاروقی کا پیغام یہ تھا کہ مغربی اقوام میں ایک ایسا خلاء ہے جسے صرف اسلام کی تعلیم ہی پُر کر سکتی ہے۔ مسلمان مغرب کو احترامِ انسانی سکھلا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ خاندانی زندگی کی اہمیت اور مرد و عورت کی برابری کا سبق دے سکتے ہیں۔ وہ چاہتا تھا کہ مسلمان ایک مثالی خاندان کا نمونہ پیش کریں جو مغرب کے لئے جاذب ہو کیونکہ مثالی خاندان کا وجود امریکہ کی سوسائٹی کے لئے حیاتِ نو کا پیغام ہو سکتا ہے۔ اس کے نزدیک امریکن سوسائٹی روحانی دیوالیہ پن کا شکار ہو چکی ہے اور مسلمان ان کی گمراہ شدہ سوسائٹی کو بچا سکتے ہیں۔ اسلام میں امریکی بیماریوں کا علاج موجود ہے جو تثلیث، کفارہ و نجات اور مسیح کی آمدِ ثانی پر اپنا مذہب مرکوز کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ الفاروقی کے نزدیک مغرب میں رہنے کا صرف ایک ہی مقصد ہونا چاہیے کہ اسلام کی تبلیغ کی جائے۔ الفاروقی نے اپنے طالبعلموں کو حمودٗ عبدالعطی کی کتاب "اسلام ان فوکس" (Islam in focus) پڑھنے اور اسے استعمال کرنے کی تلقین کی۔ اُس کتاب میں عیسائی مشنریوں کے اعتراضات غلط ثابت کر کے اسلام کو ایک پُر امن اور حقیقت پسندانہ مذہب ثابت کیا ہے۔

اسلام اس بات کا بھی اظہار کرتا ہے کہ مذہب انسان کی صرف روحانی اور عقلی ضرورت نہیں بلکہ سماجی اور عالمی ضرورت کا حصہ بھی ہے۔ مذہب کا مقصد انسان کو حیران پریشان کرنا نہیں بلکہ اُس کی رہنمائی کرنا ہے۔ مذہب انسان کی روحانی نشوونما کے لئے اور اسے سچائی اور نیکی کا راستہ دکھانے کے لئے ہے۔

تبدیلیٔ مذہب کا تجزیہ

مذہب تبدیل کرنے والوں کے لئے اسلام کی تعلیم کا علم ضروری ہے مگر بعض لوگ جنہوں نے مذہب تبدیل کیا ان کے لئے ان کا مسلمانوں سے ابتدائی رابطہ بھی بہت اہم تھا جس نے انہیں اسلام کی طرف مائل کیا۔ ایسے رابطوں میں دوست، کلاس فیلو، بیوی یا شوہر، دیگر جاننے والے اور ہمسائے شامل ہیں جنہوں نے وقت صرف کر کے اپنے مذہب کی تعلیم اور خوبیوں سے انہیں آگاہ کیا۔ اکثر مذہب تبدیل کرنے والوں نے کہا کہ انہیں ان کے مسلمان واقف کاروں کی جس بات نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ اُن کا اپنی زندگیوں میں سکون و اطمینان اور مظبوطیٔ ایمان تھا۔ بہت سے مذہب تبدیل کرنے والوں کو اسلام کی تعلیم کو جاننے کی جستجو نے اسلام کی طرف مائل کیا گو بعض کا ابتداء میں اسلام قبول کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر بالآخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

بعض عورتیں جنہوں نے اپنے واقعات بیان کئے ہیں وہ ایسی تھیں کہ انہوں نے کئی مرتبہ اپنا مذہب تبدیل کیا تھا کیونکہ وہ سچائی کی تلاش میں تھیں۔ انہوں نے جب بالآخر اسلام کی تعلیم کا بغور مطالعہ کیا تو مسلمان ہو گئیں۔ ایک عورت نے یوں بیان کیا کہ "میں نے اسلام کو بغیر کسی سوچ سمجھ کے قبول نہیں کیا بلکہ اس مذہب کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اور اُس میں ہر قسم کا نقص تلاش کرنے اور اُس کی غلطیوں کو جاننے کی کوشش اور ان کے جوابات پانے کے بعد قبول کیا ہے۔ بالآخر اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ ایک خوبصورت مذہب ہے اور اب مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے"۔ ("Why did they become Muslim"page 71)

بعض عورتوں نے کہا کہ انہیں اسلام کے ساتھ ایک عقلی تعلق تھا۔ گو وہ اپنے مذہب سے مطمئن تھیں مگر انہیں عیسائیت کے ساتھ عقلی طور پر اختلافات تھے۔ اکثر نے اس بات کا اظہار کیا کہ عیسائی مذہب میں ان کے لئے عقلی دلائل کی کمی تھی۔ جب انہوں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا تو اُن کا ہرگز یہ خیال اور ارادہ نہیں تھا کہ وہ مذہب تبدیل کریں گی۔ جیسے جیسے انہوں نے اسلام کی تعلیم کا مطالعہ کیا اور اس کے دلائل کو دیکھا تو اسے قبول کئے بغیر نہ رہ سکیں۔ ایک مذہب تبدیل کرنے والی نے لکھا کہ "یہ اسلام کی حیرت انگیز منطق اور فہم و فراست ہے جو اُس کی ساری تعلیم پر حاوی ہے جس نے مجھے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا"۔ (Illuminour Choice Page 56)

مذہب تبدیل کرنے والوں کی اکثریت نے قرآن کریم کی عقلی اور منطقی برتری سے متاثر ہونے کا اظہار کیا۔ اکثر نے قرآنِ کریم کی فہم و فراست اور دانشمندانہ اور واضح تعلیم سے متاثر ہونے کا ذکر کیا۔ بعض نے کہا کہ بائیبل کے مقابلہ میں قرآن کو پڑھنا اور سمجھنا زیادہ آسان ہے۔ بعض نے اپنے بیان میں کہا کہ انہیں قرآن مجید نے "مسحور" کر دیا تھا۔ بعض دوسروں نے کہا کہ جب پہلی دفعہ انہوں نے قرآن سنا تو انہیں اس کے ساتھ ایک جذباتی لگاؤ محسوس ہوا۔ کچھ نے یہ اظہار کیا کہ قرآن میں مذکورہ سائنسی علوم نے انہیں بے حد متاثر کیا۔ "قرآن مجید میں درج قرآنی علوم نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ قرآن نے یہ علم بائیبل سے لیا ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ میں اُس وقت مائکرو بائی آلوجی کی تعلیم حاصل کر رہا تھا جب میں نے دیکھا کہ قرآن میں جنینیات (Embryology) اور اُس طرح دیگر علوم کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جو میرے لئے بہت متاثر کرنے والی بات تھی"۔ ایک اور نے یہ بیان دیا کہ قرآن جنینیات، آسمانوں اور

بادلوں کا ذکر کرتا ہے اور اس کے ساتھ جدید سائنسی مضامین کو بیان کرتا ہے۔ یہ میرے لئے عقلی طور پر بہت قابلِ قبول ہے''۔

عیسائیت اور اسلام کی تعلیم میں فرق

تبدیلیٔ مذہب میں ایک اہم کردار عیسائیت کی تعلیم کا منفی اثر بھی ہے۔ اکثر نے کہا کہ عیسائیت میں دوغلہ پن ہے اور وہ عیسائیت کے جدید رجحانات کو ناپسند کرتے تھے۔ وہ عیسائی علماء کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں کہ چرچ نے ایک بحران کی سی کیفیت پیدا کردی ہے اور وہ عیسائی نوجوانوں کو دورِ حاضر میں پیش مشکلات کا علاج نہیں کرسکتے۔ بعض کے نزدیک اُن کے والدین کے مذاہب یعنی یہودیت اور عیسائیت کو روحانی طور پر زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

بہت سے مذہب تبدیل کرنے والوں نے بتایا کہ انہیں اسلام کی مذہبی تعلیم عیسائیت کے مقابلہ میں بہت اعلیٰ نظر آئی جس نے اُن کے اسلام قبول کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ عیسائیت کی جن باتوں پر اکثر اعتراض ہوتا ہے وہ تجسیمِ عیسیٰ یعنی خدا کی ذات کا حضرت عیسیٰ کے وجود میں ظاہر ہونا ہے۔ تثلیث، حضرت عیسیٰ کا خدائی میں شریک ہونا، صلیب کے واقعہ کی کہانی اور گناہ وکفارہ کی حقیقت ایسی باتیں ہیں جو اکثر دانش مند عیسائیوں کے لئے عقلی طور پر قابلِ قبول نہیں۔ بہت سے عیسائیوں نے کہا کہ عیسائیت کی مذہبی تعلیم کے بعض امور اُن کے لئے پیچیدہ اور ناقابلِ فہم ہیں۔ اُن کے نزدیک اسلام میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا تصور ان کے لئے زیادہ قابلِ فہم اور مبنی بر عقل ہے اور یہ کہ انہیں اس بات کا احساس رہتا تھا کہ خدا ایک ہی ہوسکتا ہے اور حضرت عیسیٰ کسی طرح بھی خدائی صفات کے حامل نہیں ہوسکتے۔ اس لئے بعض عیسائیوں نے کہا کہ جب انہوں نے اسلام کی تعلیم کا مطالعہ کیا تو انہیں اسلام کی تعلیم اپنے خیالات سے ہم آہنگ دکھائی دی اور انہیں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے انہیں کھوئی ہوئی متاع حاصل ہوگئی ہو یا یہ وہی تعلیم تھی جو ہمیشہ سے ان کے دل میں موجود تھی۔ بعض نے یہ کہا کہ یہ وہی تعلیم تھی جو ہمیشہ سے ان کے اعتقادات وخیالات میں موجود تھی مگر انہیں اس کا پتہ نہیں تھا کہ یہی تو اسلام ہے۔

مذہب تبدیل کرنے والوں کے دوسرے بیانات کے مطابق ان کے عیسائیت کے بارہ میں مختلف سوالات اور شکوک کو کبھی رفع نہیں کیا گیا اور نہ انہیں کوئی اہمیت دی گئی بلکہ ہمیشہ بڑوں نے اس سے پہلوتہی کی۔ اُن کے نزدیک پادریوں کے پاس ان کے سوالات کے جواب موجود ہی نہ تھے اور ہمیشہ کہا گیا کہ ''پہلے ان باتوں پر ایمان لاؤ'' اور اندھا اعتقاد رکھو پھر تمہیں سمجھ آئے گی۔ ایک نے کہا کہ ''میں نے عیسائیت کا بہت گہرا مطالعہ کیا مگر ہمیشہ محسوس کیا کہ جو سوالات میرے ذہن میں اٹھتے ہیں ان کا کبھی جواب نہ دیا گیا''۔ ایک عورت نے کہا کہ ''میں امریکہ کے شمال مغرب میں پیدا ہوئی اور میرا خواب تھا کہ راہبہ بنوں مگر عیسائیت کی تعلیم کے دوران کیتھولک عیسائیت کے بارہ میں شکوک وشبہات پیدا ہونے شروع ہوگئے اس لئے میں پروٹیسٹینٹ فرقہ کی طرف مائل ہوگئی مگر تثلیث کا مسئلہ میرے لئے بہت بڑی مشکل بن گیا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اس بات پر ایمان رکھوں مگر میری عقل اور منطق اُس کے خلاف تھی''۔

اکثر کی رائے یہ ہے کہ عیسائیت کے مقابل پر اسلام کی تعلیم میں منطقی لحاظ سے کوئی کمی نہیں اور نہ کوئی ایسا سوال اٹھتا ہے جس کا جواب موجود نہ ہو۔ جو مواد اسلامی لٹریچر میں پایا جاتا ہے وہ عیسائیت کے مقابل پر زیادہ واضح اور صاف اور انسانی دست بُرد سے محفوظ لگتا ہے۔ بعض دوسروں کے نزدیک اسلام کا پیغام سادہ اور عالمی بنیادوں پر قائم ہے جب کہ عیسایت کی تعلیم اس کے بالکل برعکس ہے۔ بعض نے یوں اظہار کیا کہ عیسائیت کے نظریات عقلِ انسانی کے منافی ہیں جبکہ اسلام کی تعلیم کو سمجھنے کے لئے ''پہلے ایمان لاؤ'' کی شرط ضروری نہیں۔ بعض نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ اسلام قبول کرنے سے اُن کی جان تثلیث کے مخمصوں سے چھوٹ گئی اور خدا کیوں مصلوب ہوا، اس قسم کے سوالوں سے آزادی حاصل ہوگئی۔

قبولِ اسلام کے بعد کی مشکلات

اس مضمون میں اس بات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ جن عورتوں نے اسلام قبول کیا تو اس کے بعد انہیں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اُن میں بعض کو ان کی برادری اور خاندان نے مکمل طور پر قبول کرلیا اور بعض کو بے حد تکلیف دہ حالات میں سے گذرنا پڑا۔ ایک عورت نے بتایا کہ اسے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے خاوند، بچوں، گھر اور ملازمت سب سے دست بردار ہونا پڑا۔ بعض کو بچوں سے جدا ہونا پڑا اور بعض کی شادیاں ختم ہوگئیں۔ بعض خاندانوں کے نزدیک ان کی بیٹی کا اسلام قبول کرنا اُن کی اقدار اور کلچر سے غداری کے مترادف سمجھا گیا۔ بعض عورتوں نے بتایا کہ اُن کے والدین نے ان سے قطع تعلقی اختیار کرلی اور بعض والدین کو اس بات پر بے حد شرمندگی ہوتی تھی کی اب ان کی بیٹی نے اسلامی طرز کے ڈھیلے ڈھالے لباس پہننا شروع کردیئے ہیں۔ بعض نے بتایا کہ انہیں کئی قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے خاندانوں نے ان سے مکمل قطع تعلقی کرلی۔ بعض عورتوں کے خاندانوں نے ان کے اسلام قبول کرنے کو دہشت گردی کی تائید قرار دیا۔ ایک عورت نے بیان دیا کہ اس کی ماں نے کہا ''تم میں کیا خرابی پیدا ہوگئی ہے؟ کیا تم اسامہ بن لادن کی محبت میں گرفتار ہوگئی ہو؟ کیا تم اس کی بیوی بننا چاہتی ہو؟'' بعض نے بتایا کہ ان کے گھر والوں نے ان کے اسلام قبول کرنے کو ایک وقتی جذبہ سمجھا اور خیال کیا کہ بعد میں یہ جوش ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اکثر گھر والوں کے لئے سب سے مشکل مسئلہ حجاب پہننا تھا۔ اس طرح سرِ عام اسلامی طرز کا پردہ قبول کرنا ان کے خاندان والوں، دوستوں اور ہمسایوں کے لئے بہت مشکل امر تھا۔ بعض عورتوں کے نزدیک پرانے دوستوں سے جدائی ایک تکلیف دہ امر تھا۔ بعض کو اس بات کا طعنہ دیا گیا کہ انہوں نے اسلام صرف اس لئے قبول کیا ہے کہ وہ کسی خاص مسلمان مرد سے شادی کرنے کی خواہاں تھیں۔

اس کے برعکس بعض نے بتایا کہ اُن کا اسلام قبول کرنا ان کے والدین کے لئے کوئی مشکل مرحلہ نہ تھا اور بعض والدین اس بات پر خوش تھے کہ ان کی بیٹی خدا کو پانے کے راستہ پر گامزن ہے۔ بعض نے بتلایا کہ ابتداء میں ان کے خاندان بہت ناراحت تھے مگر آہستہ آہستہ انہوں نے اپنی بچیوں کا اسلام قبول کرنا کافی حد تک

برداشت کرلیا۔معدودے چند عورتوں نے اپنے خاندان کے دیگر افراد کو بھی اسلام کی طرف مائل کرلیا۔ایک عورت نے بتایا کہ اس کے توسط سے اس کے خاندان کے اور تیس دوستوں نے اسلام قبول کرلیا۔ایک عورت نے بتایا کہ قبولِ اسلام کے بعد اس نے اپنے کمرے کو چادر کے ذریعہ دو حصوں میں تقسیم کرلیا اور اپنے خاوند کو بتایا کہ اب وہ اس کے لئے ایک ممنوعہ اجنبی بن چکی ہے۔اس پر خاوند نے شادی کو بچانے کے لئے اسلام قبول کرلیا۔

قبولِ اسلام کی مختلف وجوہات

اس مضمون میں اس بات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ کیوں عورتوں نے اسلام قبول کیا۔جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔مختلف عورتوں کو مختلف باتوں نے اسلام کی طرف مائل کیا۔

1۔ بعض عورتوں نے کہا کہ اسلامی طرزِ زندگی اور اس کا ڈسپلن ان کے لئے بہت اہم تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اسلام قبول کیا۔اسلام میں روزمرہ کی زندگی گذارنے کی جو ہدایات ہیں ان پر انسان عمل کر کے گری ہوئی سوسائٹی کے بد اثرات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔اسلامی عبادات، اخلاقی پاکیزگی اور ماحول کی ذمہ داری ایسی چیزیں تھیں جن کی وجہ سے وہ اسلام کی طرف مائل ہوئیں۔

2۔ بعض کے نزدیک عفت، عصمت اور حیا کی تعلیم نے انہیں اسلام کی طرف راغب کیا۔ایک عورت نے کہا کہ وہ پہلے سے ہی اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا تھی صرف اسے احساس نہیں تھا کہ وہ مسلمان ہے۔ان باتوں پر عمل کرنا زندگی کی معراج حاصل کرنے کے مترادف ہے۔

3۔ اسلامی اخوت کے رشتہ میں منسلک ہو جانا ایک اور اہم وجہ ہے جس نے عورتوں کو اسلام قبول کرنے پر مائل کیا۔بعض نے کہا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے انہیں کمیونٹی کا کوئی احساس نہیں تھا مگر اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں کمیونٹی میں جو عزت واحترام اور مقام ملا اس سے وہ بہت متاثر ہوئیں۔اسلام قبول کرنے سے قبل سوسائٹی کی مروجہ اقدار ان کے لئے بہت مشکل تھیں مثلاً کس قسم کا لباس پہننا ہے، کیسے جاذبِ نظر بن کے رہنا ہے اور لوگ انہیں کیسے دیکھتے ہیں، ان سب باتوں سے آزادی حاصل ہوگئی۔ایک اور نے کہا کہ ایسی سب باتوں سے چھٹکارہ حاصل کر کے اب سکون کی زندگی گذار رہی ہوں۔

4۔ بعض کو مسلمانوں کی عائلی زندگی اور اس کے بارہ میں تعلیم نے متاثر کیا۔عورت کا جو مقام گھر میں ہے اور ایک بیوی یا ماں کی حیثیت سے اسلام بیان کرتا ہے وہ ان کے لئے باعثِ کشش تھا۔مغرب میں خاندانی اقدار کی گراوٹ کے بعد اسلام کی تعلیم ان کے لئے متاثر کن تھی۔

5۔ بعض کو اس بات نے متاثر کیا کہ اسلام مرد اور عورت کے حقوق پر جو روشنی ڈالتا ہے اور بتاتا ہے کہ دونوں بحیثیت انسان برابر ہیں مگر قرآن جنسی تفریق کو بھی تسلیم کرتا ہے اور دونوں پر مختلف ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔مرد کا دائرہ کار گھر سے باہر اور عورت کا گھر کے اندر ہے۔بعض عورتوں کے لئے یہ زیادہ قابلِ قبول تھا کہ وہ گھر کی بہتر طور پر دیکھ بھال کریں اور بچوں کی صحیح تربیت کریں بجائے اس کے کہ وہ روزی کمانے کے لئے ماری ماری پھریں۔

6۔ بعض کے نزدیک امریکہ میں آزادئ نسواں کی تحریکات نے انہیں اسلام کی طرف مائل کیا۔عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ آزادئ نسواں کا مطلب عورتوں کی آزادی ہے کہ جو جی چاہے کریں مگر حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ یہ انسانی فطرت کے خلاف بات ہے۔اس کا مقصد صرف یہ ہو کر رہ گیا ہے کہ عورتوں کو آزادی دے کر مرد اپنی معاشرتی، عائلی اور اقتصادی ذمہ داریوں سے آزاد ہو جائیں اور عورتوں پر وہ بوجھ لاد دیں جو انہیں خود اٹھانے چاہئیں۔اس طرح عورتوں کو آزادی دینے کی بجائے زیادہ پابندیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔آزادئ نسواں کی تحریکات خودغرضی اور خود پرستی پر مبنی ہیں۔آزادئ نسواں عورت کو صرف اس بات کا سبق دیتی ہے کہ اس نے اپنی آزادی کو جس طرح بھی ہو برقرار رکھنا ہے اور اس کے عوض گھر، بچے، خاوند اور سوسائٹی اگر تباہ ہوتی ہے تو ہونے دو۔اس کے برعکس اسلام عورتوں کو ان کے فطری حقوق دلاتا ہے۔

7۔ بعض عورتوں کو مغرب میں جنسی آزادی اور عورت کی جسمانی بناوٹ اور اسے دلکش بنا کر دوسروں کے سامنے پیش کرنا اور ہر وقت اس کی نمائش کے اہتمام نے پریشان کر رکھا تھا۔ایک عورت نے کہا کہ "وہ امریکہ میں "عورتوں کی منڈی" کا مال تھی جس کے جسم کو دوسروں کی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور بتایا جاتا تھا کہ عورت کی قدر و قیمت صرف اس کی جسمانی کشش میں ہے۔جس کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں"۔
بعض عورتوں کے نزدیک عورت مردوں کے لئے ایک جنسی کھلونا بن کر رہ گئی ہے۔ایک عورت نے بتایا کہ جب وہ جوان ہوئی تو اسے مردوں کی بے پناہ توجہ نے پریشان کر دیا مگر جب وہ مسلمان ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو ان باتوں سے بچالیا تو اسے لگا کہ وہ ایک قابلِ احترام وجود بن گئی ہے۔

8۔ بعض عورتیں مغرب کی مادہ پرستی سے تنگ آ چکی تھیں۔ان کے نزدیک اسلام کی تعلیم میں مغرب کے اخلاقی بحران کا حل موجود ہے۔بعض شراب کی کثرت اور مردوں کے ساتھ اختلاط کو ناپسند کرتی تھیں، انہیں اسلام میں ایک ایسا راستہ نظر آیا جو انہیں امریکن سوسائٹی کی اخلاقی گراوٹ سے بچا سکتا تھا اس لئے انہوں نے بڑی خوشی سے سوسائٹی کی طرف سے عطا کردہ "آزادی" کو خیرباد کہہ دیا۔

9۔ اس بات کا بھی جائزہ لیا گیا کہ جن عورتوں نے اسلام قبول کیا کیا وہ پہلے کسی خاص مذہبی ماحول سے منسلک تھیں مگر ایسا ثابت نہیں ہو سکا۔جن عورتوں نے اسلام قبول کیا وہ امریکہ کے ہر طبقہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ان میں عیسائی اور یہودی بھی تھیں اور ایسی بھی تھیں جنہیں مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا مگر وہ "کسی چیز" کی تلاش میں تھیں۔

10۔ بعض امریکی عورتوں کو صوفی ازم نے اس لئے متاثر کیا کہ وہ امریکہ کی سوسائٹی سے تنگ آ چکی تھیں۔انہیں صوفی ازم میں وہ بات نظر آئی جس سے وہ اپنی سوسائٹی کے برعکس ماحول میں رہ سکتی تھیں۔یاد رہے کہ امریکہ میں پچاس کے قریب صوفی گروپ موجود ہیں۔

امریکہ میں
نئے اور پرانے مسلمانوں کے مابین تعلقات

اس مضمون میں اس بات کا بھی تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے کہ باہر سے آکر امریکہ میں آباد ہونے والے مسلمانوں اور امریکی نومسلم عورتوں کے آپس میں تعلقات کیسے ہیں۔ امریکہ میں باہر سے آنے والے مسلمانوں کے بچے اپنے والدین کے مذہب اور کلچر پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں امریکہ کی ماڈرن اور غالب سوسائٹی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہی حال نئے مسلمانوں کا ہے کہ وہ مذہب کی تبدیلی کے ساتھ مختلف ملکوں کے مسلم کلچر کو قبول کرتے ہیں جو کہ ان کے ماحول میں پائے جاتے ہیں۔ امریکہ میں پیدا ہونے والی ایک مسلمان والدین کی بچی نے جو کالج میں پڑھتی ہے نے کہا کہ وہ نئی مسلمان ہونے والی عورتوں کے اسلام کے بارہ میں علم اور اسلامی احکامات کے دفاع کرنے سے متاثر ہوتی ہیں مگر ان کی مذہب میں بے پناہ دلچسپی سے ناراحتی بھی محسوس کرتی ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے کہ بعض مسلمان طالب علم مسلم سٹوڈینٹ ایسوسی ایشن میں بات بات پر قرآن اور حدیث کا حوالہ دیتے ہیں جو ایک قسم کی ناراحتی پیدا کرتی ہے۔

بعض عورتوں نے کہا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں شکوک و شبہات کی جگہ مذہب میں ایک مضبوط سچائی اور راستی حاصل ہوئی۔ ان میں سے بعض کو لیڈر شپ کا موقعہ بھی ملا کہ وہ باہر سے آنے والے مسلمان اور ان کے بچوں کو امریکہ کی سوسائٹی کے اندرون سے آگاہ کر سکیں۔ وہ سوشل تقریبات، سنڈے سکول، سکاؤٹ گروپس اور قرآن سٹڈی گروپس کا بھی انعقاد کرتی ہیں۔ بعض نئی مسلمان عورتیں اسلام کے لئے ایک نمائندہ بن جاتی ہیں۔ ایک مسلمان عورت نے بتایا کہ ایسی عورتیں اسلامی سپیکر کے طور پر مناسب کردار ادا کرتی ہیں کیونکہ انہیں اسلام کے بارہ میں پیدائشی مسلمانوں کے مقابل زیادہ علم ہوتا ہے۔ ایک نئی مسلمان جب اسلام کے حق میں بات کرتی ہے تو اس کی بات میں زیادہ وزن پیدا ہو جاتا ہے۔ عورتوں کا اسلام قبول کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے امریکہ کے کلچر اور سوسائٹی کو رد کر دیا ہے اور اس لحاظ سے ان کا لیڈر شپ کا رول زیادہ مناسب ہے۔ چونکہ انہوں نے اسلام کو اس کی خوبیوں کی وجہ قبول کیا ہوتا ہے اور ابھی ان کے دلوں میں تازہ ہوتا ہے اس لئے ان میں تبلیغی مساعی کے لئے زیادہ جوش ہوتا ہے اور اپنے علم کی بناء پر اسلام کے دفاع میں مضبوطی سے کھڑی ہو سکتی ہیں۔

بعض نومسلم عورتوں نے کہا کہ انہیں مسلمانوں میں گھل مل جانے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی مگر بعض نے کہا کہ مسلم کمیونٹی میں اتنا دوستانہ ماحول نہیں ہے جتنا کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے۔ بعض مساجد میں باہر سے آئی ہوئی مسلمان عورتوں کا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا وہ اسلام کی روایات کی نگران ہیں اور وہ نئی مسلمان عورتوں کو اپنے عربی یا پاکستانی سٹینڈرڈ کے مطابق ڈھالنا چاہتی ہیں۔ بعض نومسلم عورتوں نے کہا کہ انہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ان کی ہر حرکت اور سکون کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ باہر سے آئی ہوئی مسلم عورتوں کو اس بات میں کوئی حجاب نہیں ہوتا کہ وہ نو مسلم عورتوں کو بتائیں کہ انہوں نے کس قسم کا لباس پہننا ہے اور یہ کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنے بالوں کی ہر لٹ کو پردے میں رکھیں اور مردوں سے بالکل علیحدہ ہو کر رہیں۔ بہت سی عورتوں نے کہا کہ پرانی مسلمان عورتیں ایک قسم کا جتھا بنا لیتی ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو مسلم برادری سے باہر نکالی ہوئی محسوس کرتی ہیں۔ اُن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پردہ، حیاء اور متانت و سنجیدگی کا ایک نمونہ بن جائیں۔

پرانی مسلمان عورتیں بعض دفعہ نومسلم عورتوں سے اس لئے بھی چڑتی ہیں کہ نومسلم عورتیں انہیں کہتی ہیں کہ وہ اپنے خول سے باہر نکلیں اور کمیونٹی میں مذہب کی تبلیغ کریں اور اپنے اپنے حلقہ میں اسلام کی تعلیم سے لوگوں کو روشناس کرائیں یا کم از کم امریکیوں میں اسلام کے متعلق اچھا تاثر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ بعض دفعہ نومسلم عورتیں پرانی مسلمان عورتوں کو یہ نصیحت بھی کرتی ہیں کہ ان کا نمونہ اسلام کی تعلیم کے مطابق نہیں جس کا وہ دعویٰ کرتی ہیں۔

افریقی امریکن عورتوں نے کہا کہ کوشش کی جاتی ہے کہ سفید فام لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا جائے کیونکہ انہیں زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔ اس بات کو ترجیح دی جاتی ہے کہ سفید فام لوگ اسلام قبول کریں اور انہیں تقاریر کے لئے بلائیں۔ بعض افریقی امریکن عورتوں نے کہا کہ اگر کوئی سفید فام اسلام قبول کرتا ہے تو اسے "سپیشل ٹرافی" کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ایک افریقی امریکن مسلمان نے کہا کہ باہر سے آئے ہوئے مسلمان امریکیوں سے شادی کرنا چاہتے ہیں تا کہ ان کے ذریعہ ان کی نسل بھی سفید کہلائی جا سکے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ امریکی سفید فام عورتیں باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو پسند کرتی ہیں کیونکہ وہ امریکی مردوں کے مقابل شادی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

نئی مسلمان عورتوں کی اکثریت نے اس بات کا اظہار کیا کہ ان کا مسلم سوسائٹی میں اچھی طرح استقبال کیا گیا مگر بعض نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ انہیں مسلمان ہو کر تنہائی اور بیرونی عنصر ہونے کا بہت احساس ہوا۔ ایک نومسلمہ نے کہا کہ "مجھے کئی مسلمانوں نے خوش آمدید کہا مگر یہ بھی احساس ہوا کہ مسلمانوں میں امریکیوں کے خلاف ایک خاص نفرت کا جذبہ پایا جاتا ہے خاص طور پر اکیلی مسلمان امریکی عورتوں کے لئے"۔ اُس نومسلمہ نے یہ بھی کہا کہ اسے مسلمان مردوں کی طرف سے غیر ضروری رغبت کا بھی سامنا کرنا پڑا جن کا خیال تھا کہ میں امریکی ہونے کی وجہ سے ان کے لئے "آسان شکار" ہوں۔ بعض نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ بعض مساجد کے لیڈروں نے انہیں اس بات کی پیشکش کی کہ وہ ان کی دوسری بیوی کی حیثیت سے شادی کر لیں اور شائد جب انہیں کوئی اور مل جائے تو اس سے بھی شادی رچا لیں۔

ایک نومسلمہ نے بتایا کہ مسلمان ہونے کے بعد اسے تکلیف دہ باتیں سننی پڑیں کہ امریکن عورتیں اس لئے اسلام قبول کرتی ہیں کہ وہ مسلمان مردوں سے

شادی کر سکیں۔ایک نومسلمہ نے بتایا کہ اس کے سسرال والوں کا خیال تھا کہ ان کے بیٹے نے امریکی نومسلمہ سے شادی کر کے ان کے خاندان کو داغ لگا دیا ہے اور وہ ان کی سب سے بڑی دشمن ہے۔

ایک اور نے یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں کی نوجوان نسل امریکی نومسلموں کو اچھی طرح قبول کرتی ہے مگر پرانی نسل کی عورتیں انہیں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں۔ان کے لئے اسلام صرف وہی ہے جو ان کے اپنے ملک میں پایا جاتا ہے یا ان کے اپنے کلچر کا حصہ ہے۔اسی وجہ سے وہ اپنے آپ کو صرف ایک مخصوص قسم کی کمیونٹی کے ساتھ باندھ کر رکھتی ہیں۔

ایک امریکی نومسلمہ نے کلچر اور زبان کی مشکلات کا ذکر کیا۔عربی یا اردو نہ بول سکنے کی وجہ سے اکثر نومسلموں کو مشکل پیش آتی ہے۔بعض نے کہا کہ انہیں زبان نہ آنے کی وجہ سے مسلمانوں کی کمیونٹی میں قبول نہیں کیا جاتا اور مساجد میں خطبات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اس ماحول کے لئے نامناسب خیال کرتی ہیں۔انہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اب انہیں ہمیشہ ایک علیحدہ حالت میں ہی رہنا پڑے گا۔بعض نے کہا کہ انہیں کچھ مسلمانوں کی بدمزاجی اور بُرے سلوک کا نشانہ بننا پڑا۔''اگرچہ بعض مسلمانوں نے میرے ساتھ بُرا سلوک کیا مگر مجھے اس بات کا احساس ہے کہ اسلام ایک بے داغ مذہب ہے مگر مسلمان بے داغ نہیں''۔چند عورتوں نے ملے جلے جذبات کا اظہار کیا''بعض لحاظ سے مسلمان ہو کر مجھے سکون حاصل ہوا مگر بعض اور لحاظ سے میری زندگی مشکلات سے دوچار ہو کر رہ گئی''۔

بعض نومسلم عورتوں نے عبادات میں مردوں اور عورتوں کے جدا رہنے پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ یہ تو وہی بات ہے کہ''1960ء میں الباما میں چرچوں میں سفید فام ایک طرف اور سیاہ فام دوسری طرف ہوتے تھے''۔اسلام جس طرح عبادت گاہوں میں مردوں اور عورتوں کو جدا رہنے کی تعلیم دیتا ہے اکثر نومسلم اسے قبول کرتے ہیں مگر نئی نسل کی امریکن نومسلم عورتیں چاہتی ہیں کہ مرد اور عورتیں ایک جگہ عبادت کریں۔

بہر حال جو بھی صورت ہو مختلف نومسلموں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مغرب کے لئے ایک اپیل رکھتا ہے اور جو بھی وجہ ہو انہیں اسلام کی طرف مائل کرتا ہے اور ان کے لئے پُر اثر ہے۔امریکہ کی استبدادی سوسائٹی جس کے دل و دماغ پر عورت کے جسم کا تصور مسلط ہے،عورت کیسی نظر آتی ہے، وہ جنسی لحاظ سے کس طرح پُرکشش بن سکتی ہے اور مردوں کو کیسے لبھا سکتی ہے، ایسی باتیں ہیں جن سے روایت پسند امریکی عاجز آچکے ہیں اور اسلام انہیں اس جسمانی آرائش اور نمائش سے آزاد کر دیتا ہے۔وہ جو حقوق نسواں کے علمبردار ہیں انہیں اسلام میں اس لئے کشش دکھائی دیتی ہے کہ اسلام اس بات کی قرآن میں تعلیم دیتا ہے کہ مرد اور عورت دونوں برابر ہیں مگر اس لئے نہیں کہ عورت مرد کے مقابل پر کام کاج کرے اور اس کی ان معنوں میں برابری کرے بلکہ اس لئے کہ وہ انسانیت کی سربلندی کے لئے کام کرے۔جو صوفی ازم کی طرف مائل ہوتے ہیں وہاں انہیں مادی چیزوں کے حصول سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے۔

جو کچھ بھی صورتِ حال ہو نومسلم اسے ایک ایسے سفر کی طرح بیان کرتے ہیں جو انہیں ابتری سے امن، شکوک وشبہات سے آزاد، تفریق سے اتحاد کی طرف لے جاتا ہے۔اسلام ان کے اندرونی خلاء کو پُر کرتا ہے اور انہیں ایک ایسی کمیونٹی کی طرف لے جاتا ہے جہاں انہیں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

خلاصہ

امریکن عورتوں کے اسلام قبول کرنے میں بہت سے عوامل مضمر ہیں۔ایک طرف جماعت احمدیہ کے مشنریوں نے امریکہ میں ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ لوگ اسلام کی طرف مائل ہوں۔ان کے ساتھ اسماعیل فاروقی اور حمدیٰ العطی جیسے سکالروں کی تحریکوں نے اور دوسرے گروہوں کی تبلیغی سرگرمیوں نے دعوۃ کا ماحول پیدا کر دیا۔دوسری طرف اسلام کی سچائی وعقلیت،قرآن کا پُر اثر ہونا اور اسلام کی سادگی نے لوگوں کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔اُس کے مقابل پر عیسائیت کی مذہبی تعلیم کی پیچیدگی، امریکن سوسائٹی کی لامذہبیت اور''کچھ اور کی تلاش''اور دیگر وجوہات نے امریکی عورتوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

نومسلم عورتوں کو اس بات کا احساس ہے کہ ابھی تک امریکہ میں آئیڈیل مسلم کمیونٹی قائم نہیں مگر وہ اس کی تکمیل کے لئے کوشش کرنے کو تیار ہیں۔انہیں اس بات کا یقین ہے کہ یہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر وہ انفرادی اور عالمی امن قائم کر سکتی ہیں اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتی ہیں۔بعض کے نزدیک اسلام قبول کرنا اس بات کا مظہر ہے کہ انہوں نے اپنے سابقہ مذہب کو خیر باد کہہ دیا ہے اور عیسائیت کے مقابل پر خدائے واحد کو تسلیم کرنا عقلی و مذہبی لحاظ سے زیادہ آسان فہم ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض نومسلم امریکی عورتوں کو مشکلات پیش ہیں یعنی ان کے اپنے خاندانوں کی طرف سے مسترد کیا جانا،مسلم خاندانوں میں خوش آمدید نہ کہا جانا،نسلی امتیازی سلوک وغیرہ،مگر اس کے باوجود اکثر اپنے تبدیلیٔ مذہب کے فیصلہ سے مطمئن ہیں۔ان میں سے بعض کو اس بات کا احساس ہے کہ اب انہیں مغرب کو گم شدہ اخلاقی حالت میں واپس لانا ہے۔انہیں اس بات کا احساس ہے کہ اُن کی شناخت ان کے سماج اور کلچر کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔اُن کی سوسائٹی کے مروجہ رسم و رواج جہاں یہ تقاضہ کیا جاتا ہے کہ عورت پُرکشش ہو، جنسی طور پر جاذب، مردوں کے مقابل کام کرنے والی ہو، اسلام انہیں ایک اور راستہ دکھاتا ہے جہاں ان کی جنسیت شادی کے حفاظتی ماحول میں رہ کر شادکام ہوسکتی ہے اور اسلام جو انہیں ایک خاص کردار کی تلقین کرتا ہے وہ ادا کر سکتی ہیں۔جس وجہ سے بھی عورتیں اسلام قبول کرتی ہیں بہر حال وہ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر کے ایک پُر امن حالت میں محسوس کرتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں پر اعتراضات کے جواب

(چوہدی ہادی علی)

مستشرقین نے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اعتراض اٹھائے ہیں وہاں آپ کی شادیوں کو بھی بار بار ہدف بنایا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے اعتراضات حسبِ ذیل تین حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔

1: شادیوں کی عمر

مستشرقین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواج سے شادیاں کیں تو آپ کی عمر کے لحاظ سے ان کی عمریں بہت چھوٹی تھیں اور حضرت عائشہؓ سے جب آپ کی شادی ہوئی تو ان کی عمر غیر معمولی طور پر بہت چھوٹی تھی۔

ان کا یہ اعتراض یا تو محض تعصب کی بنیاد پر مبنی ہے یا لاعلمی پر۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ عرب میں عام دستور تھا کہ بچیوں کی شادیاں ان کی چھوٹی عمر میں ہی طے ہو جاتی تھیں اور اکثر رخصتانے بھی چھوٹی عمروں میں ہی قرار پا جاتے تھے۔ یہ عرب کا عام دستور تھا چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ کے پہلے نکاح ان کی بہت چھوٹی عمر میں کر دیئے تھے۔ یہ نکاح کالعدم ہوئے تو حضرت رقیہؓ کا دوسرا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا اور جب شادی ہوئی تو حضرت رقیہؓ کی عمر بارہ سال سے کم تھی۔ آپؓ نے 5 نبوی میں جب اپنے شوہر حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تو اس وقت آپؓ کی عمر بارہ سال سے کم تھی (تاریخ الخمیس رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ) اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ شادی کے وقت آپؓ کی عمر بہرحال بارہ سال سے کم تھی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی بیٹیوں کے نکاح اور رخصتانے کئے تو اس وقت ان کی عمریں حضرت عائشہؓ کی رخصتانے کی عمر سے بھی چھوٹی تھیں یا اس کے لگ بھگ تھیں۔ پس جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے جب شادی کی تو ان کی عمر بہت چھوٹی تھی وہ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کا اعتراض محض تعصب کی بناء پر ہے یا اس زمانہ اور معاشرہ کی اقدار کو نہ جاننے کے نتیجہ میں بے بنیاد ہے۔

جس طرح چھوٹی عمر میں شادی کرنا وہاں کا عام رواج تھا اسی طرح عمروں کا تفاوت بھی اس معاشرہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ جب پہلے خاوند حضرت خنیسؓ کی وفات کی وجہ سے بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمرؓ کی اپنی خواہش تھی کہ حضرت ابوبکرؓ ان سے شادی کر لیں (بخاری کتاب النکاح باب عرض الانسان ابنتہ) حالانکہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے بھی عمر کے لحاظ سے بہت بڑے تھے۔ اسی طرح عمرہ قضاء کے موقع پر حضرت حمزہؓ کی بیٹی حضرت عمارہ کے بارہ میں حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھی کہ آپؐ اس سے شادی کر لیں۔ حالانکہ آپؐ نے اسے بچیوں کی طرح کھلایا تھا اور وہ آپؐ کو عمر کے غیر معمولی فرق کی وجہ سے چچا کہتی تھی۔ (بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء)

یہ وہ شہادتیں ہیں جو اس زمانہ کا عرب معاشرہ خود پیش کرتا ہے اور معترضین کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ بلکہ مستشرقین کا اپنا آج کا معاشرہ بھی ان کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ ان کی اخباریں نابالغ بچیوں کے ناجائز جنسی تعلقات کی خبروں سے بھری ہوتی ہیں۔ لیکن جب گرم خطۂ ارض کی کم عمر مگر بالغ بچیوں کی جائز اور مروّجہ شادیوں کا ذکر ہو تو اس پر فوراً معترض ہوتے ہیں۔

2: حُسن سے متاثر ہو کر شادیاں کرنا

مستشرقین نے بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کی بناء حسن کو قرار دیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو "لائف آف محمد" از سر ولیم میور۔ صفحات 359، 360، 365، 367 اور "محمد" از مار گولیس۔ صفحہ 372 وغیرہ وغیرہ

ان اعتراضات کی اصل وجہ تو ان لوگوں کا پاک محمد مصطفی ﷺ سے بغض و عناد ہے لیکن آپ کی پاک ذات سے ایک ظلم یہ بھی ہوا ہے کہ بدقسمتی سے بعض ایسی روایات کتبِ احادیث و تواریخ میں شامل ہوگئی ہیں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپؐ کے سامنے جب کسی عورت کے حسن و جمال کا تذکرہ ہوتا تو آپؐ اس سے شادی کر لیتے تھے۔ ایسی روایات کو مستشرقین بڑے شوق سے نمایاں کر کے بیان کرتے ہیں۔

سورۃ الاحزاب آیات 51 تا 53 میں مذکور حکم میں بھی اللہ تعالیٰ نے چونکہ "حُسْنُهُنَّ" ہی کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں، اس لئے اس سے بھی بعض دلوں میں ویسا ہی خیال پیدا ہو سکتا ہے جو اُن روایات سے مترشح ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں اس پہلو کی وضاحت ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے قدرت کی ان بنیادی حقیقتوں کو مدِّنظر رکھا ہے جو انسان کی نفسیات سے متعلق ہیں۔ چنانچہ شادی کے لئے جوڑے کے انتخاب میں عورت کی ظاہری خوبصورتی کو بھی ایک وجہ سمجھا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی دل اور خیالات کی پاکیزگی کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ظاہری خوبصورتی کا پسند آنا اگر نفسانی خواہشات کے تابع نہ ہو تو یہ گناہ نہیں اور نہ قابلِ اعتراض ہے۔ البتہ اگر بدنظری سے دیکھا جائے تو یہ گناہ بھی ہے اور قابلِ اعتراض بھی۔ پس اس آیت میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہ جو فرمایا کہ "خواہ ان کا حسن تجھے پسند ہی کیوں نہ آئے"، آپ کی طبیعت کی فطرتی پاکیزگی اور نفاست کی عکاسی کرتا ہے۔

اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضرت ﷺ پر یہ آیت بڑھاپے کے زمانے میں نازل ہوئی۔ اس لئے یہاں آپ کی ذاتی جنسی خواہش بہرحال مراد نہیں لی جا سکتی کیونکہ اس وقت تک آپ ﷺ کو جو کچھ عطا ہونا تھا ہو چکا تھا اور آپ کو کوئی مزید خواہش نہیں تھی۔ آپؐ نے ازواج کے سلسلہ میں جو بار

پہلے اٹھایا، خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق اٹھایا تھا اور اب مزید شادیوں کا حکم ہوتا تو اسی کی خاطر ہی اس کی تعمیل فرماتے۔

اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے لفظ ''حُسن'' استعمال فرمایا ہے۔ لفظ ''حُسن'' اپنے اندر صفات اور خوبیوں کی خوبصورتی کے معنے رکھنے کی وجہ سے وسیع معنوں پر حاوی ہے۔ دراصل حسن کی تعریف ہی یہ ہے کہ کوئی چیز اپنی جملہ صفات اور خوبیوں میں اعلیٰ ہو اور ان میں ایک اعلیٰ توازن بھی رکھتی ہو۔ امام راغبؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں لفظِ حسن آیا ہے، اکثر اس کے معنے بصیرت کے پہلو والے ہیں اور قرآن کریم میں زیادہ تر یہ لفظ اندرونی خوبیوں کے بیان میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی صرف ظاہری نہیں بلکہ صفات اور خوبیوں کی خوبصورتی بھی مراد ہے۔ اس کے مطابق ''وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ'' کا معنی یہ ہوگا کہ از راہ بصیرت خواہ ان کی خوبیاں تجھے پسند ہوں۔ ان معنوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اگر آنحضرت ﷺ کے بارہ میں اس حکم کو دیکھا جائے تو آپ ﷺ کی ذات پر ایسا اعتراض اٹھ ہی نہیں سکتا کہ نعوذ باللہ آپؐ کی شادیاں محض ظاہری حسن کی بناء پر یا نفسانی اغراض کے ماتحت تھیں۔ بلکہ یہ لفظ ثابت کرتا ہے کہ جن عورتوں سے آپؐ نے شادی کی، آپؐ کی نظر ہمیشہ حسن یعنی ان کی صفات، خوبیوں اور ان مصالح پر رہی جو از راہ بصیرت آپؐ کے سامنے تھے۔ چونکہ وہ مصالح خدا تعالیٰ کی نظر میں اب مکمل ہو چکے تھے اس لئے مزید شادیاں نہ کرنے کا حکم آپؐ پر نازل ہوا۔ 7ھ وہ سال تھا جس میں آپؐ پر چار ازواج سے عقد کی ذمہ داری ڈالی گئی۔ ان کی شمولیت سے آپؐ کی ازدواجی زندگی سے وابستہ مصالح خدائی منشاء کے مطابق تکمیل کو پہنچ گئے۔ اب آئندہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کے باقی جو چند سال تھے وہ ان ازواج کی تعلیم و تربیت کے لئے قرار پا گئے۔ پھر یہ تعلیم و تربیت آپؐ کے بعد امت کے مردوں اور عورتوں کے لئے ایک لمبے عرصہ تک جاری رہی۔

3: کثرت سے شادیاں کرنا

شادیوں کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ پر مستشرقین کی تحریروں میں ایک طعن یہ بھی کیا گیا ہے کہ آپؐ نے کثرت سے شادیاں کیں۔

اگر زیادہ شادیاں کرنا اعتراض کا موجب ہے تو یہ اعتراض آنحضرت ﷺ پر نہیں دیگر انبیاء علیہم السلام اور پیشوایانِ مذاہب پر بھی یکساں اٹھتا ہے۔ اسلام سے قبل دیگر مذاہب میں ایک سے زیادہ شادیوں کا مستقل رواج تھا۔ مثلاً

ہندوؤں کے پیشوا رام چندر جی کی تین بیویاں تھیں۔

کرشن جی کی سینکڑوں بیویاں بتائی جاتی ہیں لیکن آٹھ بہر حال تسلیم کی گئی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے ''شری کرشن جی نے چند شادیاں کیں۔ پہلی شادی رکمنی کے ساتھ ہوئی۔ بعدہٗ ست بہاما وغیرہ سے عقد ہوا۔ یہ سب شاہزادیاں اعلیٰ شاہی خاندانوں سے تھیں۔ (رہنمایانِ ہند مؤلفہ بابو نارائن پرشاد مطبع احمدی مطبوعہ 1904ء)

راجا شنتن جو چندر خاندان کے اکیسویں راجہ تھے، ان کی دو بیویاں تھیں۔ ایک کا نام گنگا تھا اور دوسری کا ستیہ وتی (منسیہ گندھا) جو دسوراج مچھیرے کی لڑکی تھی۔ (مہابھارت صفحہ 491 زیر لفظ شانتن)

بچھترا ریج (وچتر ویری) کی دو بیویاں امبکا اور امبالکا تھیں جو کاشی راج کی بیٹیاں تھیں۔ (پورانک کوش صفحہ 464 از پرشاد شرما مطبع گیان منڈل لمیٹڈ وارانس)

مہاراج وشرتھ۔ سورج بنسی راجہ وشرتھ والئی اجودھیہ کی تین رانیاں تھیں۔ کوشلیا، کیکئی اور سمترا۔ (ہندو کلاسیکل ڈکشنری مرتبہ شری دیوی سہائے صفحہ 142 مطبع خادم التعلیم پنجاب یونیورسٹی لاہور 1894ء)

اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے مسلّمہ انبیاء علیہم السلام کی شادیوں کی تفصیل یہ ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ (کتاب مقدس۔ پیدائش باب 16، 18، 25)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔ (کتاب مقدس۔ پیدائش باب 29، 30)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔ (کتاب مقدس۔ خروج باب 2، قضاۃ باب 1، 4)۔ آپ کو مزید بیویاں بنانے کا اختیار بھی دیا گیا۔ (استثناء باب 21)

حضرت داؤد علیہ السلام کی نو بیویاں تھیں۔ ان کے علاوہ دس اور حرموں کا اور پھر ان کے ساتھ دیگر بیویاں کرنے کا بھی ذکر ہے۔ (کتاب مقدس۔ 1۔ 2 سموئیل)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں تھیں اور تین سو حرمیں تھیں۔ (سلاطین باب 11)

انبیاء علیہم السلام کی شادیوں کے اس تذکرے سے آنحضرت ﷺ کی شادیوں پر طعن خود بخود دعنقا ہو جاتا ہے۔ ایک سے زائد شادیاں کرنا درحقیقت انبیاء علیہم السلام کی ایک عمومی سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خدا تعالیٰ کے خاص اذن کے تحت اس کی اتباع کی۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ آپؐ کی شادیوں کی بناء نفسانی جذبات کی تحریک پر نہیں تھی بلکہ خدا تعالیٰ نے ''خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ'' فرما کر اپنی خاص مصلحتوں اور حکمتوں کے تحت آپ کو بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں حرم میں رکھنے کی خصوصی اجازت ایک گرانبار ذمہ داری کے طور پر دی تھی۔ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے علاوہ کسی بھی مسلمان کے لئے اس اجازت کی توسیع نہیں فرمائی۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ اسلامی شریعت نے ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار شادیوں کی اجازت دے کر غیر محدود شادیوں کی حد بندی فرمائی۔ اس کے ساتھ شادی کے تقدس کو قائم کرنے کے لئے اس قدر تفصیل سے احکامات اور قواعد و قوانین صادر فرمائے کہ ان کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتا۔ ہاں اس کے برعکس پادریوں اور مستشرقین کی شریعت میں جس طریق پر زیادہ اور غیر معیّن تعداد میں شادیوں کی ترغیب دی گئی ہے اس میں صاف طور پر نفسانی جذبہ کا اظہار ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

''جب تو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نکلے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھ میں کر دے اور تو ان کو اسیر کر لائے اور ان اسیروں میں کسی خوبصورت عورت کو دیکھ کر تو اس پر فریفتہ ہو جائے اور اس کو بیاہ لینا چاہے تو اسے اپنے گھر لے آنا......تو

اس کے پاس جا کر اس کا شوہر ہونا اور وہ تیری بیوی بنے اور اگر وہ تجھ کو نہ بھائے تو جہاں وہ چاہے اس کو جانے دینا.....'' (استثناء باب 21۔10تا14)

تعجب ہے کہ اس تعلیم کے ہوتے ہوئے پادری اور دیگر مستشرقین، آنحضرت ﷺ کی زیادہ شادیوں پر کس طرح اعتراض کر سکتے ہیں؟

معترضین ایسا طعن اس شخص پر کرتے ہیں جس کی حالت یہ تھی کہ وہ راتوں کو چپکے سے اپنی بیوی کے بستر سے اٹھ کر ویرانوں میں جا کر اپنے خدا کی عبادت کرتا تھا، اس کی یاد میں ایسا بے قرار تھا کہ نیندیں قربان کر رہا تھا۔ اس کی ساری زندگی اس کے اس قول کی شاہد ناطق تھی کہ ''حُبِّبَ إِلَيَّ النِّسَآءُ وَالطِّيْبُ وَ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِى فِى الصَّلٰوةِ'' (النسائی کتاب عشرۃ النسآء باب حب النسآء) کہ مجھے عورتیں اور خوشبو محبوب کی گئی ہیں لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ اس حدیث میں جہاں عورتوں کے حقوق کو تحفظ عطا کیا گیا وہاں آنحضرت ﷺ نے اس ذمہ داری کی طرف بھی اشارہ فرمایا جو آپ کو شادیوں کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے محبت کے ہمراہ سونپی گئی تھی لیکن اس سے بڑھ کر جس چیز میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی وہ نماز تھی۔ بے شک آپؐ نے خدا تعالیٰ اور اس کے حکم کی محبت میں شادیاں کیں مگر آپؐ کی حالت یہ تھی کہ دن بھر کے کاموں کے تسلسل میں جب رات چھا جاتی تو وصلِ ازواج کی بجائے وصالِ خدا کے لئے بے قرار ہو جاتے اور انتظار فرماتے کہ کب آپ کی زوجہ مطہرہ سو جائے اور آپؐ اپنے محبوب خدا کی یاد سے ہمکنار ہوں۔ چنانچہ جہاں تک آپ کی اپنی ذات کا تعلق ہے آپ فرماتے تھے ''مَالِى فِى النِّسَآءِ مِنْ حَاجَةٍ'' (سنن الدارمی کتاب النکاح باب مایجوزان یکون مھرا) کہ مجھے عورت کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو جن حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت شادیاں کرنے کا اذن فرمایا آپؐ نے اس ذمہ داری کو بطور فرضِ منصبی قبول کیا اور اسے محبت کے ساتھ نبھایا۔ مشہور مستشرق منٹگمری واٹ، آپؐ کی اس پوزیشن کو سمجھتے ہوئے رقمطراز ہے کہ

''محمد (ﷺ) کی اپنی تمام شادیاں سیاسی ماحول میں دوستانہ رجحان کے فروغ کے تناظر میں دیکھی جا سکتی ہیں''۔ (محمد ایٹ مدینہ۔ صفحہ 287)

پس خدا تعالیٰ کے ایسے عظیم رسول ﷺ پر مستشرقین کے ایسے اعتراضات بے بنیاد، بے حقیقت اور بُغض اور تعصب کی پیداوار ہیں۔

حضرت زینب بن جحشؓ سے آنحضرت ﷺ کی شادی پر سر ولیم مور کے طعن کا جواب دیتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ تحریر فرماتے ہیں۔

''بیشک یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں اور یہ بات بھی مسلّمہ تاریخ کا حصہ ہے کہ علاوہ حضرت خدیجہؓ کے آپ کی ساری شادیاں اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں جسے بڑھاپے کا زمانہ کہا جا سکتا ہے مگر بغیر تاریخی شہادت کے بلکہ صریح تاریخی شہادت کے خلاف یہ خیال کرنا کہ آپ کی شادیاں نعوذ باللہ جسمانی خواہشات کے جذبہ کے ماتحت تھیں، ایک مؤرخ کی شان کے بہت بعید ہے اور ایک شریف انسان کی شان سے بعید تر۔ میور صاحب اس حقیقت سے بے خبر نہیں تھے کہ آنحضرت ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں ایک چالیس سالہ ادھیڑ عمر کی بیوہ عورت (حضرت خدیجہؓ) سے شادی کی اور پچاس سال کی عمر تک اس رشتہ کو اس خوبی اور وفاداری کے ساتھ نبایا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور اس کے بعد بھی آپؐ نے پچپن سال کی عمر تک عملاً صرف ایک بیوی رکھی۔ اور یہ بیوی (حضرت سودہؓ) بھی حسنِ اتفاق سے ایک بیوہ اور ادھیڑ عمر کی خاتون تھیں۔ اور اس تمام عرصہ میں جو جذباتِ نفسانی کے ہیجان کا مخصوص زمانہ ہے آپؐ کو کبھی دوسری شادی کا خیال نہیں آیا۔ میور صاحب اس تاریخی واقعہ سے بھی ہرگز ناواقف نہیں تھے کہ جب مکہ والوں نے آپؐ کی تبلیغی مساعی سے تنگ آکر اور ان کو اپنے قومی دین کا مخرّب خیال کر کے آپؐ کے پاس عتبہ بن ربیعہ کو بطور ایک وفد کے بھیجا اور آپؐ سے پُرزور استدعا کی کہ آپؐ اپنی ان کوششوں سے رک جائیں اور دولت اور ریاست کی طمع دینے کے علاوہ ایک یہ درخواست بھی پیش کی کہ اگر آپ کسی اچھی لڑکی کے ساتھ شادی کر کے ہم سے خوش ہو سکتے ہیں اور ہمارے دین کو برا بھلا کہنے اور اس نئے دین کی تبلیغ سے باز رہ سکتے ہیں تو آپ جس لڑکی کو پسند کریں ہم آپ کے ساتھ اس کی شادی کئے دیتے ہیں۔ اس وقت آپؐ کی عمر کوئی ایسی زیادہ نہ تھی۔ پھر جسمانی طاقت بھی بعد کے زمانہ کی نسبت یقیناً بہتر حالت میں تھی۔ مگر جو جواب آپؐ نے رؤساء مکہ کے نمائندہ کو دیا وہ تاریخ کا ایک کھلا ہوا ورق ہے جس کے دہرانے کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ یہ تاریخی واقعہ بھی میور صاحب کی نظروں سے اوجھل نہیں تھا کہ مکہ کے لوگ آپؐ کو آپؐ کی بعثت سے قبل یعنی چالیس سال کی عمر تک ایک بہترین اخلاق والا انسان سمجھتے تھے۔ مگر باوجود ان سب شہادات کے میور صاحب کا یہ لکھنا کہ پچپن سال کی عمر کے بعد جب ایک طرف آپؐ کی جسمانی طاقتوں میں طبعاً انحطاط رونما ہونے لگا اور دوسری طرف آپؐ کے مشاغل اور ذمہ داریاں اس قدر بڑھ گئیں جو ایک مصروف سے مصروف انسان کے مشاغل کو شرماتی ہیں تو آپؐ عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے ہرگز کوئی غیر متعصّبانہ ریمارکس نہیں سمجھا جا سکتا۔ کہنے کو تو کوئی شخص جو کچھ بھی کہنا چاہے کہہ سکتا ہے اور اس کی زبان اور قلم کو روکنے کی دوسرے میں طاقت نہیں ہوتی۔ مگر عقلمند آدمی کو چاہئے کہ کم از کم ایسی بات نہ کہے جسے دوسروں کی عقلِ سلیم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ میور صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ اگر اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ محض یہ بات ہی کہ آنحضرت ﷺ کی یہ شادیاں آپ کی بڑھاپے کی عمر کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جسمانی اغراض کے ماتحت نہ تھیں بلکہ ان کی تہہ میں کوئی دوسری اغراض مخفی تھیں۔ خصوصاً جبکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آپؐ نے اپنی جوانی کے ایام ایک ایسی حالت میں گزارے جس کی وجہ سے آپؐ نے اپنوں اور بیگانوں سے امین کا خطاب حاصل کیا۔ مجھے اس بات کے مطالعہ سے ایک روحانی سرور حاصل ہوتا ہے کہ آپؐ کی عمر کے جس زمانہ میں آپ کی یہ شادیاں ہوئیں وہ وہ زمانہ ہے جب کہ آپؐ پر آپؐ کے فرائضِ نبوت کا سب سے زیادہ بار تھا اور اپنی ان لاتعداد اور بھاری ذمہ داریوں کی ادائیگی میں آپ بالکل محو ہو رہے تھے۔ اور میرے نزدیک اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر انصاف پسند شریف انسان کے نزدیک محض یہ منظر ہی اس بات کی ایک دلیل ہے کہ آپؐ کی یہ

شادیاں آپؐ کے فرائض نبوت کا حصہ تھیں۔ جو آپؐ نے اپنی خانگی خوشی کو برباد کرتے ہوئے تبلیغ وتربیت کی اغراض کے ماتحت کیں۔ ایک بُرا آدمی دوسرے کے افعال میں ایک بُری نیت تلاش کرتا ہے اور اپنی گندی حالت کی وجہ سے بسا اوقات دوسرے کی نیک نیتی کو سمجھ بھی نہیں سکتا۔ مگر ایک شریف انسان اس بات کو جانتا اور سمجھتا ہے کہ بسا اوقات ایک ہی فعل ہوتا ہے جسے ایک گندہ آدمی بُری نیت سے کرتا ہے مگر اسی کو ایک نیک آدمی نیک اور پاک نیت سے کرسکتا ہے اور کرتا ہے۔ میں اس موقع پر یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسلام میں شادی کی یہ غرض نہیں ہے کہ مرد اور عورت اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کے لئے اکٹھے ہوسکیں۔ بلکہ گو نسلِ انسانی کی بقا کے لئے مرد وعورت کا اکٹھا ہونا نکاح کی ایک جائز غرض ہے مگر اس میں بہت سی پاکیزہ اغراض بھی مدنظر ہیں۔ پس ایک ایسے انسان کی شادیوں کی وجہ تلاش کرتے ہوئے جس کی زندگی کا ہر حرکت وسکون اس کی بے نفسی اور پاکیزگی پر ایک دلیل ہے گندے آدمیوں کی طرح گندے خیالات کی طرف مائل ہونے لگنا اس شخص کو تو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے متعلق رائے لگائی جاتی ہے مگر رائے لگانے والے کے اپنے اندرونہ کا آئینہ ضرور سمجھا جاسکتا ہے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 553 تا 555)

اس باب کے آخر میں حضرت مصلح موعودؓ کا ایک بصیرت افروز مضمون بھی ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ کی شادیوں پر اُٹھنے والے اعتراضات کا ایک مُسکت اور جامع جواب ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''رہا بیویوں کے متعلق اعتراض۔ سو زیادہ بیویاں کرنا اپنی ذات میں تو قابل اعتراض فعل نہیں ہے۔ قابل اعتراض بات تو عیاشی ہے یعنی بعض عورتوں کی طرف ناجائز اور حد سے بڑھی ہوئی رغبت۔

عیاشی کے لوازمات:۔ عیاشی کے لئے یہ چیزیں ضروری ہوتی ہیں۔ (1) بڑا عیاش شراب کا دلدادہ ہوتا ہے۔ (2) عمدہ کھانوں کا دلدادہ ہوتا ہے۔ (3) عمدہ سامانوں کا دلدادہ ہوتا ہے۔ (4) راگ ورنگ کا دلدادہ ہوتا ہے۔ (5) باکرہ عورتوں کا دلدادہ ہوتا ہے۔ (6) پہلے سے زیادہ حسین عورتوں کو تلاش کرتا ہے اور کم عمر عورتیں تلاش کرتا ہے۔ (7) عورتوں کی خواہش کا پابند ہوتا ہے۔ (8) عورتوں میں بے انصافی کرتا ہے۔ (9) ان کی صحبت میں زیادہ وقت صرف کرتا ہے۔

عیاش کی علامتیں: یہ عیاش کی علامتیں ہوتی ہیں، کوئی عیاش ایسا نہ ہوگا جو شراب کو ناپسند کرتا ہو۔ کیونکہ عیاشی کے لئے غم وفکر سے علیحدگی ضروری ہوتی ہے۔ اور چونکہ ہر انسان کو کوئی نہ کوئی غم لگا رہتا ہے اس لئے شراب پی کر خود فراموشی حاصل کی جاتی ہے۔ پھر عیاش کو عمدہ کھانوں کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ ان کے ذریعہ شہوت بڑھے۔ پھر عیاش کو عمدہ سامانوں کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ ان کے ذریعہ شہوت کے خیالات پیدا ہوں۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ راگ ورنگ ہو، گانا بجانا ہوتا کہ شہوانی خیالات کو طاقت حاصل ہو۔ پھر عیاش باکرہ عورتوں کا متلاشی ہوتا ہے۔ کبھی یہ نہ ہوگا کہ کوئی عیاش باکرہ عورتوں کو چھوڑ کر دوسری عورتیں پسند کرے۔ اور باکرہ عورتوں سے بھی وہ کم عمر عورتوں کو تلاش کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کھیل تماشہ ہی چاہتا ہے اور یہ کم عمری میں زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح طبعاً بھی جس قدر رغبت چھوٹی عمر کی عورتوں سے ہوسکتی ہے۔ بڑی عمر کی عورتوں سے نہیں ہوسکتی۔ دوسرے مطلقہ یا بیوہ کے متعلق یہ بھی خطرہ ہوتا ہے کہ اس نے پہلے خاوند دیکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے میں اس سے کمزور ہوں اور اس کی نظر میں میری سبکی ہو۔ پس میں اس امتحان میں پڑنا نہیں چاہتا۔ پھر عیاش آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ ایک سے ایک بڑھ کر حسین عورت اس کے قبضہ میں آئے۔

اسی طرح عیاش مرد، عورت کو خوش کرنا اور اس کی خواہشات کو پورا کرنا ضروری سمجھتا ہے تا کہ اس کی طرف سے زیادہ سے زیادہ رغبت کرے۔ وہ عورتوں میں بے انصافی کرتا ہے۔ ایک کو چھوڑ کر دوسری کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، دوسری کو چھوڑ کر تیسری کی طرف۔ کیونکہ سب کی طرف توجہ کرنا اس کے مزے کو خراب کرتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عیاش مرد عورتوں میں زیادہ وقت صرف کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس کی عیاشی کے میلان پورے ہی نہیں ہوسکتے۔ یہ تو باتیں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر یا کم از کم ان میں سے بعض کے بغیر دنیا میں کوئی عیاش ہو نہیں سکتا۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کیا یہ باتیں رسول کریم ﷺ میں پائی جاتی ہیں؟

شراب:۔ پہلی چیز شراب ہے سو دیکھو کہ ایک محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی ذات ہے جنہوں نے دنیا میں شراب کو قطعاً حرام کیا ہے۔ پہلی اقوام میں شراب کو محدود کرنے کی کوشش تو کی گئی ہے۔ لیکن اسے بالکل نہیں روکا گیا سوائے اسلام کے۔ اب سوچو کہ اگر آپؐ میں عیاشی کا کوئی شائبہ بھی ہوتا تو آپ کی قوم اگر پہلے پانچ دفعہ شراب پیتی تھی تو آپ انہیں حکم دیتے کہ آٹھ دفعہ پیو۔ اور اگر آٹھ دفعہ پیتی ہوتی تو آپ انہیں کہتے کہ بارہ دفعہ پیا کرو۔ لیکن آپ نے شراب کو بالکل اور قطعاً حرام قرار دے دیا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے شراب کو اس لئے حرام کیا آپ کے تقدس پر لوگ حرف گیری نہ کریں۔ کیونکہ آپ ملک کے لوگ ہی نہیں بلکہ دنیا کے لوگ بھی اس زمانہ میں شراب کو تقدس کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔ عرب کے کاہن اور ایران کے موبد اور روم کے پادری اور ہندوستان کے پنڈت شراب میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے اور شراب تقدس کے خلاف نہیں بلکہ شراب عبادت کا ایک جزو اور ریاضات کا ایک ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ پس ایسے وقت میں پبلک اوپینین (Opinion) کا خیال کر کے شراب کو حرام کرنے کا خیال بھی کسی شخص کے دل میں نہیں آسکتا تھا۔ پس اگر عیاشی کا ایک خفیف سا میلان بھی آپؐ میں پایا جاتا جیسا کہ آپؐ کے دشمن خیال کرتے ہیں۔ تو آپ شراب کو ہرگز منع نہ فرماتے بلکہ اپنے ملک کے رواج کو جو بڑے اور چھوٹے کی فطرت ثانیہ بن چکا تھا جاری رہنے دیتے۔

ہاں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ آپؐ کو عیاشی کے لئے شراب کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ شراب کی ضرورت غموں کو غلط کرنے کے لئے ہوتی ہے اور آپ غموں سے آزاد تھے۔ مگر یہ دلیل پہلی دلیل سے بھی زیادہ بودی اور لچر ہوگی کیونکہ آپ کی زندگی غموں کا ایک مرقع تھی، جان کاہیوں کی ایک نہ ٹوٹنے والی زنجیر تھی۔ نبوت کا

دعویٰ پیش کرنے کے بعد سے آپؐ دنیا کی نگاہوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے، اپنے اور پرایوں کے حملوں کے ہدف بن گئے۔ دنیا آپؐ کے دکھ دینے میں صرف لطف ہی محسوس نہیں کرتی تھی بلکہ وہ اسے ثواب دارین کا موجب خیال کرتی تھی۔ مکہ کے لوگ ہی نہیں بلکہ عرب کے لوگ مشرک ہی نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ بھی آپ کو اپنے مذہب اور اپنی قومیت کے لئے ایک خطرناک وجود سمجھتے تھے۔ پس ہر اک کی تلوار آپؐ کے خلاف اٹھ رہی تھی۔ ہر اک کی زبان آپؐ کی ہتک عزت کے لئے دراز ہو رہی تھی۔ ہر اک کی آنکھ غصہ سے سرخ ہو ہو کر آپؐ پر پڑتی تھی۔ جب عرب آپؐ کے ہاتھ پر فتح ہو گیا تو تب بھی آپ کو امن نہ ملا۔ روم کی حکومت نے آپ کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں۔ ایران کے بادشاہ نے آپؐ کے قتل کے احکام دیئے۔ گھر کے دشمن منافقوں نے اندر ہی اندر ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ غرض دنیوی لحاظ سے ایک شعلہ مارنے والی قبا تھی جو آپؐ کے لئے تیار کی گئی تھی۔ ایک گھڑی اور ایک ساعت راحت اور آرام کی آپؐ کے لئے میسر نہ تھی۔ حتیٰ کہ وفات کے وقت بھی آپؐ ایک بہت بڑے دشمن کے مقابلہ کے لئے ایک جرار لشکر کو بھیج رہے تھے۔ ان مصائب اور ان آلام کے ہوتے ہوئے کوئی اور شخص ہوتا تو پاگل ہو جاتا مگر آپؐ بہادری سے ان مشکلات کا مقابلہ کر رہے تھے۔ پس اگر عیاشی کے لئے نہیں تو غموں کے کم کرنے کے لئے آپؐ شراب کی اجازت دے سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے شراب کو حرام اور قطعاً حرام کر دیا۔ پس کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کو غم نہ تھے۔ اس لئے آپؐ نے شراب کو حرام کیا۔

عمدہ کھانے: پھر عیاش عمدہ کھانوں کا دلدادہ ہوتا ہے۔ عیاش لذیذ سے لذیذ اور مقوی سے مقوی کھانے کھاتے ہیں تا کہ شہوت پیدا ہو۔ مگر محمد ﷺ کے گھر کا یہ حال تھا کہ جس دن آپ فوت ہوئے اس دن شام کو آپ کے گھر میں فاقہ تھا۔ بعض اوقات آپؐ کو بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑا۔ آپ کے پاس جو کچھ آتا اسلام کی ضرورتوں پر خرچ کر دیتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں بیسیوں وقت ایسے آئے کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ کئی وقت ایسے آئے کہ صرف کھجوریں کھا کر گزارا کیا اور کئی وقت ایسے آئے کہ صرف پانی پی کر وقت گزارا۔ جس شخص کے کھانے پینے کی یہ حالت ہو اسے کون عیاش کہہ سکتا ہے۔

عمدہ سامان: پھر عیاشی کے لئے عمدہ سامان جمع کئے جاتے ہیں۔ تا کہ عیاشی میں لذت پیدا ہو۔ مگر رسول کریم ﷺ کے گھروں کا یہ حال تھا کہ بعض گھروں میں صرف بھیڑ بکری کی ایک کھال تھی۔ جس پر میاں بیوی اکٹھے سو رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں ہمارے گھر میں ایک ہی بستر تھا اور ہمیں اکٹھے سونا پڑتا تھا۔ جب رات کو رسول کریم ﷺ نماز کے لئے اٹھتے۔ تو اسی بچھونے پر نماز پڑھتے اور مجھے اپنی ٹانگیں اکٹھی کر لینی پڑتیں۔

باکرہ عورتیں: پھر عیاش باکرہ عورتوں کا دلدادہ ہوتا ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے بااختیار بادشاہ ہونے کی حالت میں کسی باکرہ عورت سے شادی نہ کی۔ ہاں مکہ میں ایک باکرہ حضرت عائشہؓ سے شادی کی مگر جب صاحب اختیار ہوئے تو ایک بھی نکاح کسی باکرہ سے نہ کیا۔ اگر آپ عیش پسند ہوتے تو کیا آپؐ باکرہ عورتوں سے شادی نہ کر سکتے۔ کئی باکرہ عورتوں نے اپنے آپ کو نکاح کے لئے پیش بھی کیا۔ مگر آپ نے کسی سے نکاح نہ کیا۔ بلکہ ان کا نکاح دوسروں سے کرا دیا۔

حسین عورت کی تلاش: ۔ پھر عیاش انسان پہلی عورت سے زیادہ حسین عورت تلاش کرتا ہے۔ جو پہلی عورت سے زیادہ اس کی شہوت کو پورا کر سکے۔ مگر سب اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے درجہ کی آپ کی کوئی بھی بیوی نہ تھی۔ اگر آپؐ نعوذ باللہ عیاش ہوتے تو جو نکاح آپ نے بعد میں کئے وہ زیادہ حسین عورتوں سے کرتے۔ مگر ارونگ جیسا دشمن بھی آپ کے متعلق لکھتا ہے۔

"Upon this wife thus chosen in the very blossom of years, the Prophet doted more than any of those whom he subsequently married"

یعنی اس طرح چنی ہوئی یہ بیوی (عائشہؓ) جس سے آپؐ نے اس کے عنفوانِ شباب میں بیاہ کیا ہے ایسی تھی کہ جس پر نبی اپنی تمام بیبیوں سے جو بعد میں بیاہی گئیں فریفتہ تھا۔ یہ ایک دشمن اور سخت دشمن کی شہادت ہے۔ اگر نعوذ باللہ آپؐ عیاش ہوتے تو آپ عائشہؓ کے بعد ان سے زیادہ خوبصورت نہایت نوجوانی کی عمر کی بیویوں کو تلاش کرتے۔ مگر آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ اور ایسی عورتوں سے شادی کی جو عائشہؓ کا مقابلہ اپنی عمر اور اپنی ظاہری خوبصورتی کے لحاظ سے نہیں کر سکیں اور ایسی حالت میں شادی کی جب کہ آپؐ عائشہؓ کے والد کے اخلاص اور خود ان کے زہد اور تقویٰ کی وجہ سے عائشہؓ سے کمال محبت رکھتے تھے کیا یہ عیاشی کہلا سکتی ہے؟

مزامیر۔ پھر عیاشی کے لئے مزامیر ضروری ہوتے ہیں۔ مگر رسول کریم ﷺ نے ان کے متعلق فرما دیا ہے کہ یہ شیطانی آلے ہیں۔ یاد رکھو کہ ایسے لوگ تو ہو سکتے ہیں جو عیاش نہ ہوں اور باجے سنیں مگر کوئی ایسا عیاش نہیں ہو سکتا جو مزامیر نہ سنتا ہو۔ مگر محمد ﷺ وہ انسان تھے جو مزامیر کو مٹانے والے تھے۔ اگر آپؐ نعوذ باللہ عیاش ہوتے تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ ایسا کرتے۔

عورتوں کی خواہش کی پابندی: پھر عیاش انسان عورتوں کی خواہشوں کا پابند ہوتا ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ کا یہ حال تھا کہ جب خیبر کا علاقہ فتح ہوا اور وہاں کے ٹیکس کی ایک معقول رقم آنے لگی اور مسلمانوں کے گھروں میں دولت اور فراوانی آ گئی تو آپؐ کی ازواج نے بھی جن میں سے اکثر آسودہ حال گھرانوں کی لڑکیاں تھیں۔ خواہش کی کہ ہم بہت تنگی میں گزارا کرتی ہیں۔ اور اس وقت تو ہم نے اس وجہ سے کچھ نہیں کہا کہ روپیہ تھا ہی نہیں۔ لیکن اب جب کہ روپیہ آ گیا ہے اور سب لوگوں کو حصہ ملا ہے، ہماری آسودگی کا بھی انتظام ہونا چاہئے اور اس تنگ زندگی سے ہمیں بچانا چاہیے۔ تو اس خواہش کے جواب میں وہ انسان جسے کہا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ عیاش تھا اور عورتوں کی صحبت میں اس نے عمر گزاری جو جواب دیتا ہے اس کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں آیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا O وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا O

(الاحزاب:30،29)

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔اے نبی ان بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کے مال اور زینت کے سامان کی خواہش رکھتی ہو تو آؤ تم کو مال دے دیتا ہوں۔مگر اس حالت میں تم میری بیویاں نہیں رہ سکتیں۔مال لے کر مجھ سے جدا ہو جاؤ لیکن اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی محبت رکھتی ہو اور آخرت کی بھلائی چاہتی ہو تو پھر ان اموال کا مطالبہ نہ کرو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان کے لئے جو پوری طرح خدا کے احکام کی پابندی کرنے والیاں ہوں گی بہت بڑے اجر مقرر کر چھوڑے ہیں۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ میری زوجیت یا میری موجودگی میں تم کو مال نہیں مل سکتا۔اگر میری زندگی میں مال لینا چاہتی ہو تو طلاق لے لو۔اور الگ ہو جاؤ کہ میری دینی ذمہ داریاں مالداروں کی زندگی کی برداشت نہیں ہو سکتیں۔لیکن اگر تم اس وقت صبر سے کام لو اور میرے ساتھ مل کر خدمت دین کو ترجیح دو۔تو پھر بھی تم کو مال مل جائے گا مگر میری وفات کے بعد ملے گا، میری موجودگی میں نہیں۔چنانچہ آپ کی بیویوں کو مال ملے مگر آپؑ کی وفات کے بعد۔اب دیکھو کہ اس طرح عورتوں کی خواہشات کو ٹھکرا دینے والا کیا عیاش کہلا سکتا ہے اور کیا کوئی عیاش اپنی بیویوں کی مال و زینت کی خواہش سن کر انہیں کہہ سکتا ہے کہ زینت کے سامان چاہئیں تو طلاق لے لو۔

عورتوں میں بے انصافی: پھر عیاش انسان عورتوں میں بے انصافی کرتا ہے جسے خوبصورت سمجھے اس کی طرف زیادہ رغبت کرتا ہے اور باقیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔مگر رسول کریم ﷺ کا یہ حال تھا کہ جب آپؑ بیمار ہوئے تو اس حالت میں بھی دوسروں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس بیوی کے ہاں چلے جاتے جس کی باری ہوتی۔وفات سے تین دن قبل تک ایسا ہی کرتے رہے حتیٰ کہ آپؑ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت فاطمہؓ رو پڑیں اور آپؑ کی بیویوں نے بھی کہا کہ آپ ایک جگہ ٹھہر جائیے، ہم بخوشی اس کی اجازت دیتی ہیں۔تب آپ ایک جگہ ٹھہر گئے۔جو انسان بیویوں میں انصاف کرنے کا اس قدر پابند ہو کہ مرض الموت میں بھی دوسروں کے کندھوں کا سہارا لے کر ان کے ہاں باری باری جاتا ہو اسے کون عیاش کہہ سکتا ہے۔

عورتوں میں زیادہ وقت صرف کرنا:۔ پھر عیاش اپنا زیادہ وقت عورتوں کی صحبت میں گذارتا ہے۔مگر آپ کی یہ حالت تھی کہ صبح سے شام تک باہر رہتے تھے اور رات کو جب گھر جاتے تو کھانا کھا کر لیٹ جاتے اور پھر رات کو اٹھ کر عبادت کرتے۔اس طرح بندھے ہوئے اوقات میں آپؑ کو عیاشی کے لئے کونسا وقت ملتا تھا۔

رسول کریم ﷺ کی شادیوں کی غرض:۔ پس آپؑ کی کئی بیویوں کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نعوذ باللہ آپ عیاش تھے۔دیکھنا یہ ہے کہ کس غرض کو مدنظر رکھ کر آپؑ نے شادیاں کیں۔خدا کے لئے یا اپنے نفس کے لئے۔اگر خدا کے لئے کیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپؑ کا زیادہ بیویاں کرنا عیاشی کی دلیل ہے۔میں ثابت کر چکا ہوں کہ آپؑ کا ایک سے زیادہ بیویاں کرنا نفس کی خواہشات کے لئے نہ تھا۔کیونکہ انہیں تو آپ نے پورا نہیں کیا، اس کی وجہ کوئی اور تھی اور وہ یہ تھی کہ آپؑ ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جس کے مرد اور عورتیں سب شریعت سے بے خبر تھے۔اس قوم میں آپؑ نے شریعت کو رائج کرنا تھا۔پس آپؑ نے مختلف خاندانوں کی بیویوں سے شادیاں کیں تا کہ دین کے اس حصہ کو جو عورتوں سے تعلق رکھتا ہے سیکھ کر اپنی ہم جنسوں کو تعلیم دیں اور یہ ایک محض للٰہی غرض تھی اور آپؑ کا زیادہ شادیاں کرنا اور ان سے انصاف قائم رکھنا بہت بڑی قربانی تھا نہ کہ عیاشی''

(دنیا کا محسن۔انوار العلوم جلد 10 صفحہ 266 تا 272)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بقیہ از صفحہ ۴: حدیث نبوی ﷺ

نسل کی حفاظت اور ترقی کے لحاظ سے بھی نیک اور با اخلاق بیوی ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ دنیا کی کوئی اور نعمت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔اسی لئے ہمارے آقا ﷺ دوسری جگہ فرماتے ہیں خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ یعنی'' نیک بیوی دنیا کی بہترین نعمت ہے''۔

مگر حدیث زیر نظر کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ بیوی کے انتخاب میں دوسری تمام باتوں کو بالکل ہی نظر انداز کر دینا چاہیے۔بعض دوسرے موقعوں پر آنحضرت ﷺ نے خود دوسری باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔کیونکہ وہ بھی ایک حد تک انسانی فطرت کے تقاضے ہیں۔مثلاً پردہ کے احکام کے باوجود آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شادی سے پہلے اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھ لیا کرو تا کہ ایسا نہ ہو کہ بعد میں شکل وصورت کی وجہ سے تمہارے دل میں انقباض پیدا ہو۔ایک اور موقعہ پر جب ایک عورت اپنی شادی کے متعلق آپ سے مشورہ لینے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؑ نے فرمایا میں تمہیں فلاں شخص سے شادی کا مشورہ نہیں دیتا کیونکہ وہ مفلس اور تنگ دست ہے اور تمہارے اخراجات برداشت نہیں کر سکے گا اور نہ میں فلاں شخص کے متعلق مشورہ دے سکتا ہوں کیونکہ اس کے ہاتھ کا ڈنڈا ہر وقت اٹھا ہی رہتا ہے۔ہاں فلاں شخص کے ساتھ شادی کر لو وہ تمہارے مناسب حال ہے۔اور ایک تیسرے موقعہ پر آپؑ نے صحابہ سے فرمایا کہ قبیلہ قریش کی عورتیں خاوند کی وفادار اور اولاد پر شفقت کے حق میں اچھی ہوتی ہیں اور ایک چوتھے موقعہ پر آپؑ نے فرمایا کہ حتیٰ الوسع زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورتوں کے ساتھ شادی کرو تا کہ میں قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر فخر کر سکوں۔الغرض آپؑ نے اپنے اپنے موقع پر اور اپنی اپنی حدود کے اندر بعض دوسری باتوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔لیکن جس بات پر آپؑ نے خاص زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ ترجیح بہر حال دین اور اخلاق کے پہلو کو ہونی چاہیے ورنہ تم اپنے ہاتھوں کو خاک آلود کرنے کے خود ذمہ دار ہو گے۔یہ وہ زرّیں تعلیم ہے جس پر عمل کر کے مسلمانوں کے گھر برکت وراحت کا گہوارہ بن سکتے ہیں۔کاش وہ اسے سمجھیں۔

انصار ڈائجسٹ

محمود احمد ملک

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ اور مفید تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔ قارئین خود لکھ کر یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کر کے ہمیں کچھ بھی بھجوا سکتے ہیں۔ تحریر مختصر اور باحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے:
Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL

طویل سفر کے نقصانات

عالمی ادارۂ صحت نے خبردار کیا ہے کہ طویل پرواز میں سفر کرنے والوں کے خون کے منجمد ہوکر لوتھڑے بن جانے کا خطرہ دُگنا ہوجاتا ہے اور اس کے نتیجے میں جان لیوا مرض Deep Vein Thtombosis (DVT) ہوسکتا ہے۔ اس مرض میں لمبا عرصہ حرکت نہ کرنے کے نتیجے میں وین میں خون منجمد ہوجانے سے لوتھڑے کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ بعد میں یہی لوتھڑا جب پھیپھڑے، دل یا دماغ کی طرف حرکت کرتا ہے تو ہارٹ اٹیک، فالج یا اسی قسم کی دیگر تکالیف کا باعث بن سکتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق چار گھنٹے کے ہوائی سفر کے نتیجے میں DVT ہوجانے کا خطرہ دوگنا ہوجاتا ہے۔

ادارۂ صحت کا کہنا ہے کہ اس مرض کا شکار ہوائی مسافروں کے علاوہ ایسے لوگ بھی ہوسکتے ہیں جو ٹرین یا کاروں وغیرہ میں لمبا سفر کرتے ہیں۔ اس مرض سے بچاؤ کی ہدایات میں کہا گیا ہے کہ لمبے سفر کے دوران اپنے ٹخنوں اور ٹانگوں کے نچلے حصوں کی مسلسل ورزش کرتے رہیں یا اٹھ کر چند قدم چل کر پھر دوبارہ بیٹھ جائیں۔ نیز لمبے سفر سے قبل پانی میں گھلنے والی اسپرین لینے سے یا سفر کے دوران مسلسل پانی کا استعمال کرنے سے بھی ان لوتھڑوں کو بننے سے روکا جاسکتا ہے۔

ایڈز کے علاج میں پیش رفت

سائنسدانوں نے ایڈز کے علاج سے متعلق ایک اہم پیش رفت کی ہے اور وائرس کو متاثرہ سیل سے الگ کرنے کا طریق معلوم کرلیا ہے۔ سائنس میگزین میں شائع کئے جانے والے ایک مطالعے کے مطابق سائنسدانوں نے ایک ایسا حیاتیاتی مرکب یعنی اینزائم تیار کی ہے جو HIV وائرس کے DNA پر حملہ کرکے اُسے متاثرہ سیل سے نکال باہر کرتی ہے۔ یہ اینزائم ابھی تیاری کے مراحل میں ہے اور اس کے تیار ہوجانے کے بعد امید ہے کہ چالیس ملین مریض اس سے استفادہ کرسکیں گے۔ موجودہ علاج کے ذریعے اس مرض کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے اور جرثومے کے حملے کو تاخیر کا شکار بناتے ہوئے مریض کی زندگی کو بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن ایڈز میں جان لیوا بات یہ ہے کہ اس سے متاثرہ خلیات ہی اس مرض کو مزید ترقی دیتے چلے جاتے ہیں۔ متاثرہ خلیات کے بڑھنے کی رفتار کو ختم کرنے کے لئے نئی تیار کی جانے والی اینزائم بہت مفید ثابت ہوئی ہے اور لیبارٹری میں کئے جانے والے تجربات میں اس مرض کو صرف تین ماہ میں ختم کردیا گیا۔ تاہم اس دوائی کو انسانوں پر استعمال کرنے تک ابھی بہت سا وقت نیز بہت سے مالی وسائل کی بھی ضرورت ہے۔

❀ ❀ ❀

مِنی جنریٹر

یونیورسٹی آف ساؤتھ ہیمپٹن میں سائنسدانوں نے ایک چھوٹا سا جنریٹر تیار کیا ہے جو ایسے آلات کو چلانے کے کام آئے گا جن میں بیٹری کی تبدیلی ایک مشکل امر ہے۔ اس جنریٹر کا استعمال وائرلیس، سینسرز اور دیگر آلات میں بھی ہوگا۔ سائنسدانوں کے مطابق یہ جنریٹر دوسرے آلات کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ کارآمد ہے اور بڑے بڑے صنعتی اداروں کی مشینوں میں نصب سینسرز کو چلانے کیلئے کافی ہے۔ چنانچہ تار اور بیٹری نہ ہونے کی وجہ سے یہ سینسر اب ایسی جگہوں پر بھی لگائے جاسکتے ہیں جہاں پہلے ان کی تنصیب ممکن نہیں تھی۔ اس کے علاوہ اس جنریٹر کا استعمال سڑکوں اور ریل کے پلوں پر لگے ہوئے سینسرز میں بھی کیا جاسکے گا۔ دراصل یہ جنریٹر ایئر کمپریشر کے اندر لگانے کے لئے بنایا گیا ہے جو مستقبل میں پیس میکر اور دیگر طبی آلات کو چلانے میں بھی مددگار ہوسکتا ہے۔ پیس میکر میں انسانی دل کی دھڑکن اس آلے میں لگے مقناطیس کو چلانے کے لئے کافی ہوگی۔

❀ ❀ ❀

جینیاتی نقائص کے لئے ایک نئی دوا

PTC124 کے نام سے بنائی جانے والی ایک نئی دوا اب بعض جینیاتی امراض کے علاج میں مؤثر ثابت ہوسکتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس دوا سے جین میں ہونے والی تبدیلیوں کو واپس نارمل حالت میں لایا جاسکتا ہے۔ مسلز میں پیدا ہونے والی کمزوری اور سسٹک فائبروسس کے ہزاروں مریض بھی اس کے ذریعے اپنا علاج کرسکیں گے یا اُن کی بیماری کو کم کیا جاسکے گا۔ توقع ہے کہ اگر اس دوا کے لئے کئے جانے والے تجربات مقررہ وقت پر نتائج مہیا کرتے رہے تو آئندہ دو سال میں یعنی 2009ء تک اس دوا کو عام افراد کے لئے مارکیٹ میں پیش کردیا جائے گا۔

اس دوا کے ذریعے جین میں ہونے والی تقریباً تمام تبدیلیوں کا علاج ممکن ہوسکتا ہے جبکہ عموماً بیماری پیدا ہونے کی وجہ صرف ایک جین میں تبدیلی ہی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ اس دوا سے وراثت میں ملنے والے بہت سے عوارض دُور کرنے میں مدد مل سکے گی۔ اس تحقیق کی سربراہ یونیورسٹی آف پینسلوینیا کی لی سوینی ہیں اور اُن کا خیال ہے کہ یہ دوا ہزاروں امراض کے لئے فائدہ مند ثابت ہوسکے گی۔

❀ ❀ ❀

برازیل میں ایڈز کی دوا

کچھ عرصہ قبل برازیل کے صدر نے ایک امریکی دواساز کمپنی کے علاوہ کسی اَور کمپنی سے ایڈز کی دوائی خریدنے پر پابندی ختم کرنے کا اعلان کیا۔ یہ اعلان کمپنی کے ساتھ ہونے والے مذاکرات میں ناکامی کے بعد کیا گیا۔ امریکی کمپنی نے برازیل کو دوا کی قیمت میں تیس فیصد کم کرنے کی پیشکش کی تھی لیکن برازیل کا مؤقف تھا کہ اُسے یہ دوا اُسی قیمت پر ملنی چاہئے جس قیمت پر تھائی لینڈ کو مہیا کی جارہی ہے۔ برازیل کیلئے دوا کی ایک گولی کی قیمت 1.10 ڈالر رکھی گئی تھی جبکہ تھائی لینڈ کو

یہی گولی 65 سینٹ میں دستیاب تھی۔ چنانچہ برازیل ''ایفاوائریز'' نامی دوا کو اب قدرے کم قیمت پر بھارت سے درآمد کرے گا اور اس گولی کی قیمت 45 سینٹ ہوگی۔ برازیلین صدر کا کہنا ہے کہ اخلاقی طور پر دیکھا جائے تو قیمت میں اتنا زیادہ فرق قابل مذمت ہے اور سیاسی طور پر دیکھا جائے تو دواساز کمپنی کے نزدیک برازیلین شہری قابل احترام نہیں ہیں بلکہ دوسرے ممالک سے کم تر ہیں۔ عالمی ادارۂ صحت کے قواعد اور برازیلین قوانین کے مطابق کسی اَور سے دوائی خریدنے کے لئے لائسنس اُسی وقت جاری کیا جاسکتا ہے جب ہنگامی حالت ہو یا جب ادویات کی بڑی کمپنی قیمتوں کے حوالے سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس وقت برازیل میں قریباً 75 ہزار افراد یہ دوا استعمال کر رہے ہیں اور ان افراد سمیت پونے دو لاکھ سے زیادہ مریضوں کو برازیل کی حکومت کی طرف سے ایڈز کی ادویات مفت فراہم کی جاتی ہیں۔



الرجی کا علاج......ناک میں سپرے

امریکی ادارۂ خوراک و ادویات FDA نے الرجی کیلئے ایک دوا Veramyst کی منظوری دی ہے جسے موسمی یا سالانہ بنیاد پر ہونے والی الرجی میں ناک کے سپرے کے طور پر استعمال کیا جاسکے گا۔ یہ سپرے دو سال سے بڑی عمر کے بچے اور بالغ افراد استعمال کرسکتے ہیں۔ یہ دوا آئندہ چند دنوں تک مارکیٹ میں پیش کردی جائے گی۔ اس دوا کے تجربہ کے دوران یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ناک کی قریباً تمام قسم کی الرجی کی شکایات اس کے استعمال کے نتیجے میں ختم ہوگئیں جن میں ناک کی بندش، چھینکوں کا آنا، ناک میں خارش ہونا اور ناک سے پانی کا بہنا وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ناک میں سپرے کے ذریعے داخل کی جانے والی پہلی دوا ہے جس نے آنکھ کی الرجیز کو بھی نمایاں طور پر کم کیا جن میں آنکھ کی سرخی، خارش اور آنکھوں سے پانی کا بہنا شامل ہے۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ اس دوا کا اثر چوبیس گھنٹے تک برابر رہا۔ مجموعی طور پر پانچ تجرباتی مشاہدات کے دوران بارہ سال سے بڑی عمر کے 1829 مریضوں پر ویرامسٹ کے اثرات کا جائزہ لیا گیا۔ تمام مطالعاتی مشاہدات میں اسے دیگر دواؤں سے زیادہ مؤثر پایا گیا۔



ذیابیطس کی نشاندہی میں آسانی

سائنسدانوں نے جینز کے ایک گروپ کو دریافت کیا ہے جس کے ذریعے مستقبل میں ذیابیطس ٹائپ ٹو کے مرض کی نشاندہی کی جاسکے گی۔ اگرچہ ذیابیطس کو کافی حد تک وراثتی بیماری کہا جاتا ہے تاہم اس تحقیق کی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کیونکہ جینز میں ہونے والی تبدیلیوں کے ذریعہ risk factor میں اضافے کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے دنیا کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے سائنسدانوں کی چار مختلف ٹیموں نے مشاہدات کئے اور تیس ہزار سے زیادہ ٹائپ ٹو کے مریضوں کے DNA کے نمونوں کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے نتائج مرتب کئے۔



معاشرتی تنہائی

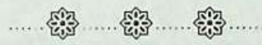
آکسی ٹوسن دماغ سے نکلنے والی ایک رطوبت ہے جو معاشرتی رویوں کی نگرانی کرتی ہے۔ اس رطوبت کے اثرات پر تحقیق کرنے والی ایک ٹیم نے مشاہدہ کیا ہے کہ جانوروں کی مادہ نسل میں یہ رطوبت اُن جانوروں میں پیدا ہونے والے منفی اور خطرناک قلبی رجحان کو بہتر کرسکتی ہے جو معاشرتی تنہائی کی صورت میں پیدا ہوسکتا ہے۔ یہ تحقیق اب انسانوں میں معاشرتی رویوں کے حوالے سے زیادہ اہمیت اختیار کرجائے گی۔ کیونکہ انسانی معاشرتی ماحول ہماری عادات اور قلبی وارداتوں کو جاری رکھنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے اور منفی معاشرتی ماحول جس میں تنہائی یا معاشرتی سرگرمیوں سے کٹ جانا شامل ہے، انسانی ڈپریشن، فکر اور پریشانی میں اضافے کا باعث بننے کے علاوہ قلبی امراض میں بھی اضافے کا باعث بن سکتا ہے۔ تحقیق میں معلوم ہوا کہ تنہائی میں رہنے والے جانوروں میں دل کے دھڑکنے کی شرح بھی معمول سے زیادہ تھی جو آکسی ٹوسن دینے کے بعد معمول پر آگئی اور دل کی حالت میں غیر معمولی اتار چڑھاؤ پر بھی مثبت اثر ہوا۔

یہ تحقیق جو شکاگو کی ایک یونیورسٹی کے زیر انتظام کی جارہی ہے، اس کا لبّ لباب امیریکن فزیالوجیکل سوسائٹی کی 120 ویں سالانہ میٹنگ میں پیش کیا جائے گا جو تجرباتی حیاتیاتی علوم کی کانفرنس کے ایک حصے کے طور پر منعقد کی جارہی ہے۔ اس کانفرنس میں بارہ ہزار سے زیادہ سائنسی محققین شامل ہوں گے۔



دماغی رسولی کے علاج میں پیش رفت

ایک تحقیق کے مطابق مینڈک کے انڈوں میں پائے جانے والے ایک مصنوعی مرکب سے دماغی رسولی کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ برطانوی وامریکی سائنسدانوں کے مطابق Amphinase نامی یہ مرکب رسولی پر موجود چینی کی تہہ کو پہچان کر اُس پر حملہ کرتا ہے اور اُسے مضبوطی سے پکڑ کر اُس میں داخل ہوکر اُسے ماردیتا ہے۔ مالیکیولر بیالوجی پیپر کے جرنل میں توقع کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ مرکب کئی قسم کے کینسرز کے علاج میں مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ البتہ یونیورسٹی آف باتھ کے محققین کو یقین ہے کہ یہ مرکب دماغی رسولی کے لئے بہترین ہے جس کا علاج سرجری اور کیموتھراپی سے ہی ممکن ہوسکتا تھا۔ اس مرکب کو تیار کرنا بھی زیادہ مشکل نہیں ہے اور دماغی رسولی پر اس کے اثرات غیر معمولی دیکھے گئے ہیں جبکہ دیگر خلیات یا جسم کے دوسرے حصوں کے لئے یہ بے اثر دکھائی دیتا ہے۔



بھوک ختم کرنے والی گولی

اٹلی کے سائنسدانوں نے ایک ایسی گولی تیار کی ہے جو معدہ میں پہنچ کر اپنے سائز میں بڑھ جاتی ہے اور اس طرح بھرے ہوئے پیٹ کا احساس ہونے لگتا ہے جس سے چند گھنٹوں تک بھوک روکی جاسکتی ہے اور نتیجۃً موٹاپے پر کسی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ یہ گولی اُسی قدر اثرات کی حامل ہے جس قدر کہ گیسٹرک بائنڈنگ، جس میں سرجری کے ذریعے پیٹ کو اندرونی طور پر باندھ دیا جاتا ہے۔ ہائیڈروجل سے تیار کی جانے والی یہ گولی اُس وقت بنائی گئی جب سائنسدان زیادہ مواد جذب کرنے والا اپنی تیار کررہے تھے۔ سیلولوز کے سفوف پر مشتمل یہ گولی پانی کے ساتھ نگلی جائے تو معدہ میں جیلی کی طرح پھول جاتی ہے اور بعد میں با آسانی ہضم ہوسکتی ہے۔ مضمون کی اشاعت تک اس گولی کو صرف بیس افراد پر آزمایا گیا تھا جبکہ اس کے بد اثرات کا جائزہ لینے کیلئے وسیع پیمانے پر اس کو استعمال کیا جارہا ہے۔ فی الحال اس دوا کو کوئی نام نہیں دیا گیا۔

